

# صوم رمضان

مولانا وحید الدین خاں

WWW.IRCPK.COM

# صوم رمضان

صفحہ	شمارہ ۱۸۴	مارچ ۱۹۹۲	صفحہ
۳۲	احتسابِ خویش	۵	ارکانِ اسلام
۳۴	صبر کا مہینہ	۸	روزہ کا حکم
۳۶	روزہ کی حقیقت	۱۰	روزہ کا بیان
۳۸	جدوجہد کی تربیت	۲۰	رمضان کا مہینہ
۴۰	دعا اور روزہ	۲۲	روزہ اور قرآن
۴۲	روزہ اور عید	۲۴	پابند زندگی کی مشق
۴۴	عید الفطر	۲۶	روزہ کا پیغام
۴۶	آغازِ حیات کا دن	۲۸	برکتوں کا مہینہ
۴۸	رویتِ ہلال	۳۰	روزہ اور کردار

Sawm-e-Ramzan  
By Maulana Wahiduddin Khan

First published 1996

Reprint 2003

No Copyright. This book does not carry a copyright.

Al-Risala Books

1, Nizamuddin West Market, New Delhi-110013, Tel. 24 35 5454 Fax: 2435 7333

اسلام یہ ہے کہ آدمی خدا کی منہ کی ہونی چیزوں سے رک جائے  
روزہ ہر سال بھی سبق دینے کے لیے فرض کیا گیا ہے

---

روزہ کا مطلب اللہ کے لیے خواہشوں پر روک لگانا ہے  
خواہ روک لگانے کی فہرست کھانے پینے جیسی چیزوں تک پہنچ جائے

---

روزہ اس بات کی تربیت ہے کہ آدمی  
ان چیزوں کو چھوڑ دے جن کو چھوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے

---

مسلمان سے یہ مطلوب ہے کہ وہ ناجائز چیزوں سے ہمیشہ کے لیے روزہ رکھ لے  
رمضان اسی قسم کی روزہ دارانہ زندگی کی ایک خصوصی تیاری ہے

---

روزہ اس بات کا سبق ہے کہ کبھی ایک جائز چیز بھی  
ناجائز ہو جاتی ہے، اور ایک مطلوب چیز بھی غیر مطلوب بن جاتی ہے

---

اسلام پرہیزگاری کا نام ہے  
اور روزہ اسی پرہیزگارانہ زندگی کا تربیتی کورس

---

روزہ بھوک پیاس کی سالانہ رسم نہیں  
روزہ اخلاقی ڈسپلن کی سالانہ تربیت ہے

---

روزہ اپنے آپ کو قابو میں رکھنے کی مشق ہے  
کھانے پینے میں بھی اور دوسرے معاملات میں بھی

## ارکان اسلام

عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله  
 صلى الله عليه وسلم - بنى الاسلام على  
 خمس شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمداً  
 عبده ورسوله وإقام الصلاة وإيتاء  
 الزكاة والحج وصوم رمضان  
 (متفق عليه)

حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

اس حدیث کے مطابق، اسلام میں پانچ چیزیں ستون (pillars) کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جس طرح عمارت کچھ ستونوں پر کھڑی ہوتی ہے، اسی طرح اسلامی زندگی پانچ ارکان پر قائم ہوتی ہے۔ یہ پانچ ارکان بظاہر پانچ شکلی چیزوں کے نام ہیں۔ یعنی کلمہ ایمان کے الفاظ کو دہرانا۔ صلاۃ کے ڈھانچہ کو تسلیم کرنا، زکوٰۃ کی مقررہ رقم نکالنا، حج کے مراسم کو ادا کرنا، رمضان کے صوم کا اہتمام کرنا۔ مگر اس کا مطلب شکل برائے شکل نہیں بلکہ شکل برائے اسپرٹ ہے۔ یعنی ان شکلی احکام کی ایک حقیقت ہے اور ان کی وہی ادائیگی معتبر ہے جس میں اس کی حقیقت پائی جائے۔

اس دنیا میں ہر چیز کا معاملہ یہی ہے۔ مثلاً ٹیلیفون کو لیجئے۔ جیسا کہ معلوم ہے، ٹیلیفون کی ایک ظاہری صورت ہوتی ہے۔ مگر یہی ظاہری صورت وہ چیز نہیں ہے جو اصل ٹیلیفون سے مطلوب ہو۔ ٹیلیفون برائے ٹیلیفون مطلوب نہیں ہوتا بلکہ ٹیلیفون برائے رابطہ مطلوب ہوتا ہے۔ اگر آپ کہیں کہ میرے پاس ٹیلیفون ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوگا کہ ٹیلیفون کی صورت آپ کے پاس موجود ہے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ٹیلیفون کی حقیقت آپ کے پاس موجود ہے۔ یعنی ایک ایسی مشین جس کے ذریعہ دنیا کے ہر حصہ سے ربط قائم کیا جاسکے۔ جس کے ذریعہ دور کے لوگوں سے گفتگو کی جاسکے۔

یہی معاملہ اسلام کے مذکورہ پانچ ارکان کا بھی ہے۔ یہ ارکان اسی وقت ارکان اسلام ہیں جب کہ ان کو اس طرح اختیار کیا جائے کہ ان کی شکل کے ساتھ ان کی معنوی روح بھی آدمی کے اندر پائی جا رہی ہو روح کو جد کرنے کے بعد شکل کا موجود ہونا ایسا ہی ہے جیسے اس کا موجود نہ ہونا۔

ایمان اسپرٹ ————— سب سے پہلا رکن ایمان ہے۔ اس کی ظاہری صورت کلمہ اسلام کی زبان سے ادا لگی ہے۔ اور اس کی معنوی اسپرٹ اعتراف ہے۔ اس کلمہ کے ذریعہ ایک انسان خدا کا اس کے تمام صفات کمال کے ساتھ اعتراف کرتا ہے۔ وہ محمد عربی کی اس حیثیت کا اعتراف کرتا ہے کہ خدا نے ان کو میرے لئے اور تمام انسانوں کے لئے ابدی رہنما بنایا۔ یہ حقیقت جس کے دل میں اتر جائے وہ اس کی پوری نفسیات میں شامل ہو جاتی ہے۔ ایسے آدمی کا سینہ سچائی کے اعتراف کے لئے کھل جاتا ہے۔ وہ ایک ایسا انسان بن جاتا ہے جس کے لئے کوئی بھی چیز کبھی حق کے اعتراف میں رکاوٹ نہ بن سکے۔

صلوٰۃ اسپرٹ ————— صلوٰۃ کی ظاہری صورت بیخ و قلم عبادت ہے اور اس کی معنوی اسپرٹ تواضع ہے۔ صلوٰۃ کا عمل کرنے والا آدمی اپنے رب کے آگے جھکتا ہے۔ اس طرح وہ اپنے اندر تواضع کی نفسیات پیدا کرتا ہے۔ جس آدمی کے اندر صلوٰۃ اسپرٹ پیدا ہو جائے وہ گھمنڈ اور انانیت جیسی چیزوں سے یکسر خالی ہو جائے گا۔ اس کا رویہ ہر معاملہ میں تواضع کا رویہ بن جائے گا نہ کہ فخر اور کبر کا رویہ۔

زکاۃ اسپرٹ ————— زکاۃ کی ظاہری صورت سالانہ ایک مخصوص رقم کی ادائیگی ہے اور اس کی معنوی اسپرٹ خدمت ہے۔ جو آدمی زکاۃ کا عمل کرے اس کے اندر خلق کے لئے خدمت اور خیر خواہی کا عمومی جذبہ پیدا ہو جائے گا۔ وہ چاہے گا کہ وہ دنیا میں اس طرح رہے کہ وہ دوسروں کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید بن سکے۔

حج اسپرٹ ————— حج اپنے ظاہر کے اعتبار سے سالانہ مراسمی کی ادائیگی ہے اور اس کی معنوی اسپرٹ اتحاد ہے۔ جو آدمی صحیح کیفیت کے ساتھ حج کے فرائض ادا کر لے اس کے اندر اختلافی نفسیات کا خاتمہ ہو جائے گا، وہ اتحاد و آلفاق کے مزاج کے ساتھ لوگوں کے درمیان رہنے لگے گا، حتیٰ کہ اس وقت بھی جب کہ دوسروں کے ساتھ اس کا اختلاف پیش آگیا ہو۔

صوم اسپرٹ ————— صوم کی ظاہری صورت رمضان کے مہینہ کا روزہ ہے اور اس کی معنوی اسپرٹ صبر ہے۔ صوم کا مقصد یہ ہے کہ آدمی کے اندر صبر کی اسپرٹ پیدا ہو۔ جو آدمی صوم کا عامل ہو، اس کے اندر یہ عمومی مزاج پیدا ہو جائے گا کہ وہ ناخوش گوار باتوں کو برداشت

کرے ، وہ لوگوں کی قابل شکایت باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے زندگی گزارے۔  
جو لوگ اسلام کے ان پانچ ارکان کو محض ان کی شکل کے اعتبار سے اختیار کریں ، وہ مخصوص شکل کی حد تک تو ان کو اپنائیں گے ، مگر ان شکلوں کے باہر ان کی زندگی ان ارکان سے بالکل آزاد اور غیر متعلق ہوگی۔

مثلاً وہ کلمہ ایمان کے الفاظ کو اپنی زبان سے دہرائیں گے ، مگر ان مخصوص الفاظ کے باہر جب ان کے سامنے کوئی حق آئے گا تو وہ اس کا اعتراف نہ کر سکیں گے ، کیوں کہ ان کی روح کلمہ کی اسپرٹ سے خالی ہے۔ وہ نماز کی شکل کو مسجد میں کھڑے ہو کر دہرائیں گے۔ مگر مسجد کے باہر جب لوگوں کے ساتھ ان کا سابقہ پیش آئے گا تو وہاں وہ تواضع کا انداز اختیار نہ کر سکیں گے ، اور اس کی وجہ یہ ہوگی نماز کی جو اسپرٹ ہے وہ ان کے اندر موجود نہیں۔

اسی طرح وہ زکوٰۃ کے نام پر ایک رقم نکال کر کسی کو دیدیں گے۔ مگر اس کے بعد جب وہ لوگوں کے ساتھ معاملات کریں گے تو اس میں وہ غیر خواہی کا ثبوت نہ دے سکیں گے ، کیوں کہ زکوٰۃ اسپرٹ سے ان کا سینہ خالی تھا۔ وہ اہتمام کے ساتھ حج کا سفر کریں گے اور اس کے مراسم ادا کر کے واپس آجائیں گے۔ مگر وہ اس کے لئے تیار نہ ہوں گے کہ لوگوں کی طرف سے پیش آنے والی شکایتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کے ساتھ اتحاد و اتفاق کا معاملہ کریں۔ کیوں کہ انھوں نے حج کے باوجود حج اسپرٹ اپنے اندر پیدا نہیں کی۔ رمضان کا ہینہ آئے گا تو وہ موسمی عبادت کے طور پر ایک ہینہ کا روزہ رکھ لیں گے۔ مگر وہ مہر کے موقع پر صبر نہیں کریں گے۔ وہ ہر اشتغال پر مشتعل ہو کر لڑنے لگیں گے۔ اور اس کی وجہ یہ ہوگی کہ ظاہری طور پر انھوں نے روزہ تو رکھ لیا ، مگر ان کے دل و دماغ میں روزہ کی اسپرٹ پیدا نہ ہو سکی۔ جو آدمی اسلام کے پانچ ارکان کو اختیار کر لے وہ مؤمن و مسلم ہو گیا۔ وہ اس کا مستحق ہو گیا کہ دنیا میں اس کو اللہ کی رحمت ملے اور آخرت میں اس کو جنت میں داخل کیا جائے۔ مگر اسلام کے پانچ ارکان اپنی شکل اور روح دونوں کے اعتبار سے مطلوب ہیں۔ ان کی ادائیگی پر جن انعامات کا وعدہ ہے اس کا تعلق کامل ادائیگی پر ہے نہ کہ ادھوری ادائیگی پر۔

## روزہ کا حکم

قرآن میں روزہ کا حکم سورہ البقرہ میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ آیا ہے۔ یہاں قرآن کی ان آیتوں کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے :

اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے کی امتوں پر فرض کیا گیا تھا، تاکہ تم پر ہیز گار بنو۔ گنتی کے چند دن۔ پھر تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں تعداد پوری کرے۔ اور جن کو طاقت ہے تو ایک روزہ کا بدلہ ایک مسکین کا کھانا ہے۔ جو کوئی مزید نیکی کرے تو وہ اس کے لیے بہتر ہے۔ اور تم روزہ رکھو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے، اگر تم جانو۔

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اتارا گیا، ہدایت ہے لوگوں کے لیے اور کھلی نشانیاں راستہ کی۔ اور حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا۔ پس تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے وہ اس کے روزے رکھے۔ اور جو بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرے۔ اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے، وہ تمہارے ساتھ سختی کرنا نہیں چاہتا۔ اور اس لیے کہ تم گنتی پوری کر لو، اور اللہ کی بڑائی کرو اس پر کہ اس نے تم کو راہ بتائی، اور تاکہ تم اس کے شکر گزار بنو۔

اور جب میرے بندے تم سے میری بابت پوچھیں تو میں نزدیک ہوں، پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔ تو چاہیے کہ وہ میرا حکم مانیں۔ اور مجھ پر یقین رکھیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔

تمہارے لیے روزہ کی رات میں اپنی بیویوں کے پاس جانا جائز کیا گیا۔ وہ تمہارے لیے لباس ہیں۔ اور تم ان کے لیے لباس ہو۔ اللہ نے جانا کہ تم اپنے آپ سے خیانت کر رہے تھے، تو اس نے تم پر عنایت کی اور تم کو معاف کر دیا۔ تو اب تم ان سے ملو اور چاہو جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے۔ اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری کالی دھاری سے الگ ظاہر ہو جائے۔ پھر پورا کرو روزہ رات تک۔ اور جب تم مسجد میں اعتکاف میں ہو تو بیویوں سے خلوت نہ کرو۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں۔ تو ان کے نزدیک نہ جاؤ۔ اس طرح اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے لیے بیان کرتا ہے تاکہ وہ بچیں (البقرہ ۸۷-۱۸۳)

یہ روزہ کا بنیادی حکم ہے۔ اس کی مزید تفصیل حدیث اور فقہ میں بتائی گئی ہے۔

حدیث کی کتابوں میں روزہ (صوم) کے ابواب کے تحت بہت سی حدیثیں جمع کی گئی ہیں۔ ان سے روزہ کی عبادت کے مختلف پہلو معلوم ہوتے ہیں۔

روایات میں آتا ہے کہ رمضان کا مہینہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا۔ اس خطبہ میں آپ نے رمضان کے مہینہ میں روزہ رکھنے کی فضیلت بتائی:

قال علی رضی اللہ عنہ فقلت یا رسول اللہ، ما افضل الاعمال فی هذا الشهر فقال یا ابا الحسن، افضل الاعمال فی هذا الشهر الورع من محارم اللہ علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں کھڑا ہوا اور میں نے کہا کہ اے خدا کے رسول، اس مہینہ میں سب سے بہتر عمل کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اے ابوالحسن، اس مہینہ میں سب سے بہتر عمل ہے اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچنا۔

اس روایت سے روزہ کی اصل روح معلوم ہوتی ہے۔ روزہ کی اصل روح ان چیزوں سے اپنے آپ کو روکنا ہے جن سے رکنے کا خدائے حکم دیا ہے۔ رمضان کے دنوں میں کھانے پینے جیسی چیزوں سے روزہ رکھنے کا حکم دراصل اسی کا علی سبقت ہے۔ کھانا پینا وہ آخری چیز ہے جس سے کسی آدمی کو روکا جائے۔ انسان کو آخری ضرورت سے روکنا اس کو شدید تر انداز میں یہ سبق دینا ہے کہ خدائے جن چیزوں سے تمہیں روکا ہے ان سے لازماً تمہیں رکنا ہے، خواہ یہ رکنا تمہارے ذوق اور عادت کے لیے کتنا ہی سخت کیوں نہ ہو، خواہ اس کی فہرست تمہاری زندگی کی لازمی ضرورتوں تک کیوں نہ پہنچ جائے۔ ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ما من عبد صائم یستم فیقول سلام علیکم لا اشتهک كما تشتهي الا قتال الرب تبارک وتعالی: استجار عبدی بالصوم من شر عبدی فخذ احب ربیہ من النار۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بھی کسی روزہ دار کو گالی دی جائے اور وہ کہے کہ تم پر سلامتی ہو، میں تم کو گالی نہیں دوں گا جیسے تم نے مجھ کو گالی دی تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے ایک شخص کی برائی سے روزہ کی پناہ لی تو میں نے بھی اس کو آگ سے پناہ دیدی۔

روزہ کا مقصد یہ صلاحیت پیدا کرنا ہے کہ آدمی کی زندگی پابند زندگی ہو نہ کہ بے قید زندگی۔



## روزہ کا بیان

روزہ کی عبادت کا ایک پہلو مسائل سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ مسائل عام طور پر لوگوں کو معلوم ہیں۔ ہر سال رمضان کے زمانہ میں تقریر و تحریر کے ذریعہ روزہ کے مسائل بتائے جاتے ہیں۔ اس لیے مسائل کا پہلو کافی تفصیل کے ساتھ لوگوں کے علم میں آتا رہتا ہے۔ اس وقت میں جو کچھ کہوں گا وہ زیادہ تر روزہ کی حقیقت کے بارہ میں ہوگا۔

قرآن میں روزہ کا باقاعدہ حکم سورہ البقرہ (رکوع ۲۳) میں دیا گیا ہے۔ اس حکم کا آغاز اس آیت سے ہوتا ہے کہ اے ایمان والو، تمہارے اوپر روزے لکھ دیے گئے جس طرح وہ پھلی امتوں پر لکھے گئے تھے۔ تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو (یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ ہر دور میں شریعتِ خداوندی کا جزو رہا ہے۔ آج جب ایک شخص روزہ رکھتا ہے تو گویا کہ وہ ایک ایسے تاریخی تسلسل کا حصہ بن جاتا ہے جو ہر دور کے دین داروں میں جاری رہا ہے۔ اور آئندہ ہر دور میں جاری رہنے والا ہے۔ روزہ دار اپنے اندر قبلی اطمینان محسوس کرتا ہے کہ میں وہ عمل کر رہا ہوں جو اللہ کے نیک اور مقبول بندوں نے ہر زمانہ میں کیا ہے۔ یہ احساس اس کو اس عالمی ربانی قافلہ میں شامل کر دیتا ہے جو نبیوں کی رہنمائی میں دنیا سے آخرت تک چلا جا رہا ہے۔

روزہ کا نظام قمری کیلنڈر کے اعتبار سے بنایا گیا ہے۔ شعبان کی آخری شام کو اگلے مہینہ کا چاند دیکھ کر روزہ رکھنے کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ اس طرح روزہ کی سرگرمیاں شعبان کے مہینہ کے آخر سے ہی شروع ہو جاتی ہیں۔ لوگ شعبان کی آخری تاریخ کا شمار کرنے لگتے ہیں تاکہ اس روز چاند دیکھ کر رمضان کی آمد کا فیصلہ کریں۔ چاند دیکھ کر روزہ رکھنا گویا روزہ سے پہلے آدمی کے اندر روزہ کی نفسیات برپا کرنا ہے۔

روزہ کا زمانہ ایک مکمل عمل کا زمانہ ہے۔ یہ خصوصی دینی سرگرمیوں کا دور ہے۔ اس دور کا آغاز ۲۹ شعبان کی شام سے شروع ہو جاتا ہے۔ شعبان کے مہینہ کی ۲۹ تاریخ کی شام اتنے ہی اہل ایمان کی نظر میں چاند دیکھنے کے لیے آسمان میں گڑ جاتی ہیں۔ ان کا شعور یہ جاننے کے لیے جاگ پڑتا ہے کہ کیا وہ گردش زمین کے اس مرحلہ میں داخل ہو گئے ہیں جب کہ ان کو اپنی زندگی کا نقشہ بالکل بدل دینا چاہیے۔

اب انہیں روزانہ یہ جاننے کے لیے فکر مند ہونا ہے کہ صبح ٹھیک ٹھیک کس وقت شروع ہوگی، اور سورج کتنے بج کر کتنے منٹ پر غروب ہوگا۔ کیوں کہ روزہ ان کے لیے اس بات کا اعلان بن کر آتا ہے کہ اب انہیں اپنی زندگی کے نظام میں اوقات کی نئی رعایت کرتے ہوئے چلنا ہے۔

دوسرے دنوں میں ایسا تھا کہ جب بھوک لگی تو کھانا کھالیا، جب پیاس لگی تو پانی پی لیا۔ گویا بقیہ دنوں میں بھوک اور خواہش ان کی رہنمائی، مگر اب اصول ان کی زندگی کا رہنما بن جاتا ہے۔ اب ان کو نہایت صحت کے ساتھ یہ جانتا پڑتا ہے کہ رات کو کتنے بج کر کتنے منٹ تک کھانا ہے۔ اس کے بعد کھانا پینا بالکل بند کر دینا ہے۔ اور پھر شام کو دوبارہ ٹھیک کتنے بجے کھانے پینے میں مشغول ہونا ہے۔

جو دن پہلے کسی احتیاط اور اندیشہ کے بغیر گزرتے تھے، اب انہیں دنوں کو اس زندہ احساس کے ساتھ گزارنا پڑتا ہے کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا ہے۔ کیا کھانا ہے اور کیا نہیں کھانا ہے۔ ایسا نہ کرو، ورنہ روزہ ٹوٹ جائے گا، ویسا نہ کرو ورنہ روزہ رکھ کر بھی تم بے روزہ ہو جاؤ گے۔

روزہ آدمی کے لیے ایک خصوصی تربیت گاہ میں داخلہ ہے۔ روزہ کے دنوں میں آدمی کے تمام اوقات اس مشق میں گزرتے ہیں کہ آدمی کی حد کیا ہے۔ وہ کہاں تک جاسکتا ہے اور کہاں تک نہیں جاسکتا۔ اس کو کس طرح رہنا چاہیے اور کس طرح نہیں رہنا چاہیے۔ روزہ کا مقصد یہ ہے کہ آدمی کے روزمرہ کے معمولات میں ”کیا کر سکتے ہو، کیا نہیں کر سکتے“ کا مسئلہ کھڑا کر کے اس کو تیار کیا جائے کہ اسی کو وہ اپنا مستقل مزاج بنالے۔ یہ با اصول زندگی کی تربیت ہے اور اسی قسم کی با اصول زندگی مومن سے ساری عمر کے لیے مطلوب ہے۔

روزہ کا پہلا عمل یہ ہے کہ آدمی روزہ کی نیت کرے۔ حدیث میں آتا ہے کہ لا یصوم إلا من أجمع الصیام قبل الفجر (روزہ صرف وہ شخص رکھے جو فجر سے پہلے اس کا ارادہ کرے) مثلاً وہ بکے کہ میں نے کل کے دن روزہ رکھنے کی نیت کی (و یصوم غداً نیتاً)

اس سے معلوم ہوا کہ روزہ ایک ارادی عمل ہے نہ کہ محض ایک رسمی عمل۔ وہ شعور کے تحت انجام دیا جاتا ہے نہ کہ غفلت اور بے خبری کے تحت۔ یہی معاملہ پورے دین کا ہے۔ دین پورا کا پورا شعور سے تعلق رکھتا ہے۔ وہی شخص دین دار ہے جو دینی اعمال کو زندہ شعور کے تحت ادا کرتا ہو۔

پھر فجر سے پہلے آخری کھانا کھایا جاتا ہے جس کو سحری کہتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ سحری کھاؤ، کیونکہ

سحری میں برکت ہے (تسخر واغان في السحور مبركة) ایک صحابی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں مجھے سحری کے لیے بلایا تو فرمایا کہ آؤ، مبارک کھانا کھاؤ۔ ایک اور صحابی کہتے ہیں کہ رمضان میں فجر سے پہلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ سحری کھا رہے تھے، آپ نے فرمایا کہ سحری ایک برکت ہے جو اللہ نے تم کو دی ہے تو اس کو نہ چھوڑو (جامع الاصول)

فجر سے پہلے سحری کھانا اس بات کی یاد دہانی ہے کہ اللہ جب بظاہر کسی سخت کام کا حکم دیتا ہے تو اسی کے ساتھ اس کے لیے آسانی کا انتظام بھی فرما دیتا ہے۔ وہ روزہ کا حکم دیتا ہے تو اسی کے ساتھ سحری کی رخصت بھی دیتا ہے۔ وہ دعوت کی ذمہ داری ڈالتا ہے تو مدعو کے مقابلہ میں داعی کی حفاظت کی ذمہ داری بھی لے لیتا ہے۔ وہ بوقت جارحیت جہاد کی ترغیب دیتا ہے تو اسی کے ساتھ فرشتوں سے یہ بھی فرما دیتا ہے کہ مجاہدین کو خصوصی مدد پہنچا کر انہیں کامیاب کرو۔

اللہ کے حکم میں بظاہر سہج یا مشکل نظر آئے تو مومن کو توکل کا طریقہ اختیار کر کے اس کی طرف بڑھ جانا چاہیے۔ کیوں کہ اللہ صرف حکم نہیں دیتا بلکہ اپنے حکم کے تقاضوں کو بھی پورا کرتا ہے۔ وہ انسان کو آزمائش میں ڈالنے کے ساتھ اس کو نبھاتا بھی ہے، وہ آزمائش کے وقت انسان کی نصرت کا انتظام بھی فرماتا ہے۔

سحری یا بالفاظ دیگر، اپنا آخری کھانا کھانے کے بعد، مومن اپنا دن شروع کرتا ہے۔ روزانہ جو کام وہ روزہ کے بغیر کرتا تھا، انہیں کاموں کو اب وہ روزہ دار بن کر انجام دیتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے ہر کام میں نئی نفسیات شامل ہو جاتی ہے۔ وہ نماز پڑھتا ہے، وہ قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔ وہ اللہ کی یاد کرتا ہے۔ وہ لوگوں سے مختلف معاملات کرتا ہے۔ ہر کام ظاہر کے اعتبار سے حسب معمول ہوتا ہے۔ مگر اندرونی حالت کے اعتبار سے اب اس کا کام نئی کیفیات سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ پہلے جو کام روٹین کے طور پر ہوتا تھا، اب وہ زندہ عمل کے طور پر ہونے لگتا ہے۔ پہلے جو کام بے کیف طریقہ سے ہوتا تھا، اب وہ کام کیفیت کے ساتھ ہونے لگتا ہے۔ روزہ اس کے معمول کے کام کو غیر معمولی کام بنا دیتا ہے۔

اس طرح وہ اپنے لمحات گزارتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ شام ہوتی ہے اور افطار کا وقت آجاتا ہے۔ اب وہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کھانا اور پانی اپنے منہ میں ڈالتا ہے۔ جس اللہ کے حکم سے وہ اس سے پہلے کھانے اور پانی سے رکھا تھا، اسی اللہ کے حکم سے اب وہ دوبارہ کھانے اور پانی سے اپنے آپ کو شاد کام کرتا ہے۔

یہاں ان دعاؤں کا مطالعہ بہت مفید ہے جو روزہ کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منقول ہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ روزہ پورا کرنے کے بعد شام کو جب آپ افطار فرماتے تو آپ کی زبان سے دعا کے کلمات نکلتے۔ اس سلسلہ میں حدیث کی کتابوں میں مختلف دعائیں نقل کی گئی ہیں۔ ان میں سے کچھ دعائیں یہ ہیں :

الحمد لله الذي اعانني فصمتي  
ورزقني فافطرتي۔  
شکر اور تعریف اس اللہ کے لیے جس نے مدد کی تو میں  
نے روزہ رکھا اور اس نے رزق دیا تو میں نے افطار کیا۔

اللهم لك صُمتنا وعلم رزقك افطرنا  
فتقبل منا انك انت السميع  
العليم۔  
اے اللہ! ہم نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے دیے  
ہوئے رزق پر افطار کیا۔ تو ہم سے قبول فرما۔ بیشک  
تو سننے والا، جاننے والا ہے۔

اللهم لك صمت وعلم رزقك  
افطرتي۔  
اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور میں نے  
تیرے رزق سے افطار کیا۔

الحمد لله ذهب الظمأ وامتلأت العروق  
وثبتت الاجر افشاء الله  
شکر اور تعریف اللہ کے لیے ہے۔ پیاس بج گئی اور رگیں تر  
ہو گئیں اور اللہ نے چاہا تو اجر ثابت ہو گیا۔

دعا کے یہ الفاظ روزہ کی روح کو سمجھنے کے لیے نہایت کارآمد ہیں۔ یہ دعائیں دراصل ان کیفیات کا اظہار ہیں جو بندہ مومن کے اندر روزہ رکھنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ اللہ کا ایک بندہ اللہ کے لیے دن بھر بھوکا پیاسا رہتا ہے۔ پھر شام کو جب وہ کھانے اور پانی سے اپنے آپ کو شاد کام کرتا ہے تو اس وقت اس کے قلب میں اپنے رب کے لیے جو کیفیات امنڈتی ہیں، وہ کیفیات اسی قسم کے لفظوں میں ڈھل جاتی ہیں جس کا ایک نمونہ ان دعاؤں میں نظر آتا ہے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا قرآن میں روزہ کا حکم سورہ البقرہ رکوع ۲۳ میں ہے۔ قرآن کا یہ حصہ ۲۸ میں مدینہ میں اترا۔ اس سے پہلے کہ میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ہر مہینہ میں چند دن کا روزہ رکھتے تھے۔ مگر ایک مہینہ کے روزہ کی فرضیت کا باقاعدہ حکم مدینہ میں نازل ہوا۔ یہ تدریج کا طریقہ ہے اور یہ طریقہ اسلام کے تمام احکام میں ملحوظ رکھا گیا ہے۔

روزہ کے لیے عربی لفظ صوم ہے۔ صوم کے اصل معنی ہیں رکن۔ صائم کا مطلب ہے رکنے والا۔ روزہ دار

یا صائم چونکہ روزہ کے دنوں میں کھانے پینے سے وقتی طور پر رک جاتا ہے۔ اس لیے اس کو صائم کہا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے روزہ کے ہینہ کو پرہیز کا ہینہ کہا جاسکتا ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ شعبان کے ہینہ کے آخر میں، جب کہ رمضان قریب آچکا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی مسجد نبوی میں خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے۔ آپ نے رمضان کے ہینہ میں روزہ رکھنے کی فضیلت بیان کی۔ آپ نے فرمایا کہ اے لوگو، تمہارے اوپر ایک ایسے مبارک ہینہ نے سایہ کیا ہے جس کا پہلا حصہ رحمت ہے۔ اس کا درمیانی حصہ مغفرت ہے۔ اس کا آخری حصہ آگ سے نجات دلاتا ہے۔

یعنی رمضان کے ہینہ میں داخل ہونا ایسے ہینہ میں داخل ہونا ہے جس میں اللہ بندوں کے اوپر اپنی خصوصی رحمت نازل فرماتا ہے۔ اس ہینہ میں اللہ کی توفیق سے آدمی ایسے اعمال کرتا ہے جو اس کی مغفرت کا ذریعہ بننے والے ہوں۔ وہ اسی طرح اس ہینہ سے گزرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب وہ اُس کے آخر میں پہنچتا ہے تو وہ ایک ایسا انسان بن جاتا ہے جس کو آگ سے نجات دی جائے اور اس کو جنت میں داخل کیا جائے۔

روایات میں مزید بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے بارہ میں اس قسم کا خطبہ دیا تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ انھوں نے آپ سے ایک سوال کیا۔ انھوں نے پوچھا کہ اے خدا کے رسول، اس ہینہ میں سب سے افضل عمل اور سب سے بہتر عمل کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس ہینہ میں سب سے بہتر عمل ہے۔ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچنا (افضل الاعمال فی هذا الشهر الموعود من محارم اللہ)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ یا صوم کی ایک شکل ہے، اور ایک اس کی اسپرٹ ہے۔ اس کو سمجھنے کے لیے صوم اسپرٹ کہا جاسکتا ہے۔ یہ صوم اسپرٹ یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو ان چیزوں سے روکے جن سے رکنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ وہ رمضان کے ہینہ کے صوم کو اپنے لیے سال بھر کا صوم بنالے۔ رمضان کے دنوں میں کھانے پینے جیسی چیزوں سے رکنا یا اُن کا روزہ رکھنا گویا اسی کا ایک عملی سبق ہے۔ وہ آدمی کے اندر اسی صوم اسپرٹ کو جگانے کی ایک تدبیر ہے۔ کھانا اور پینا آدمی کی ناگزیر ضرورتوں میں سے ہے۔ کھانا پینا وہ آخری چیز ہے جس سے کسی آدمی کو روکا جائے۔ ایسی حالت میں انسان کو اس کی آخری ضرورت سے روکنا گویا اس کو شدید تر انداز میں یہ سبق دینا ہے کہ اللہ نے تم کو جن چیزوں سے

روکا ہے، ان سے ہر حال میں تمہیں رکنا ہے، خواہ یہ رکن تمہارے ذوق اور تمہاری عادت کے لیے کتنا ہی زیادہ سخت کیوں نہ ہو، خواہ ان ممنوعہ چیزوں کی فہرست تمہاری زندگی کی لازمی ضرورتوں تک کیوں نہ پہنچ جائے۔

اس طرح کی اور بہت سی حدیثیں ہیں جن سے روزہ کے بارہ میں اس چیز کی اہمیت معلوم ہوتی ہے جس کو میں صوم اسپرٹ کہہ رہا ہوں۔ مثلاً صبح بخاری کی ایک روایت ہے۔ اس کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی نے روزہ رکھا۔ مگر روزہ رکھ کر اس نے جھوٹ بولا اور جھوٹ پر عمل کرتا نہ چھوڑا تو اللہ کو اس کی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا اور اپنا پانی چھوڑ دے۔

یہ حدیث واضح طور پر بتاتی ہے کہ وہی روزہ روزہ ہے جس کے اندر روزہ کی روح یا صوم اسپرٹ پائی جائے۔ جس کے لیے کھانا اور پانی چھوڑنا تمام خدائی ممنوعات کو چھوڑنے کی علامت بن جائے جس کا روزہ گویا اس بات کا اعلان ہو کہ میں اللہ کی خاطر ہر چیز چھوڑ دوں گا، حتیٰ کہ ضرورت ہو تو کھانا اور پانی بھی۔ کیونکہ جب آخری چیز کی بابت بول دیا جائے تو بقیہ چیزیں اپنے آپ میں شامل ہو جاتی ہیں۔

جس حدیث کا ابھی میں نے ذکر کیا، اس کے مطابق، اُسی روزہ دار کے روزہ کی قیمت ہے جو جھوٹ اور دوسری باتوں کو خدا کے منع کرنے کی بنا پر چھوڑ دے جس طرح وہ خدا کے منع کرنے کی بنا پر رمضان میں کھانا اور پانی چھوڑتا ہے۔ جو شخص روزہ کی عبادت اس طرح کرے کہ وہ جھوٹ بولے، وہ جھوٹی باتوں پر عمل کرتا ہو، تو اس کا روزہ صوم اسپرٹ سے خالی ہے، اور صوم اسپرٹ کے بغیر کسی کا روزہ اللہ کے یہاں قبول نہیں۔

جھوٹ کی ایک صورت یہ ہے کہ آدمی خود خلاف واقعات کہے۔ وہ ایسی بات اپنے منہ سے نکالے جس کے متعلق اس کو معلوم ہو کہ وہ درست نہیں ہے۔ مگر حدیث میں جھوٹ کی اور بھی قسمیں بتائی گئی ہیں۔ مثلاً ایک حدیث کے مطابق، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے اس کو بیان کرنے لگے۔ گویا دوسروں سے کوئی بات سنا اور اس کو تحقیق کے بغیر دہرانے لگنا بھی جھوٹ میں شامل ہے۔ جو آدمی چاہتا ہو کہ وہ اللہ کے یہاں روزہ دار کی حیثیت سے لکھا جائے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ جھوٹ کی تمام قسموں سے اپنے آپ کو دور رکھے۔ روزہ کا عمل اگر صوم اسپرٹ کے ساتھ کیا جائے تو وہ آدمی کے اندر ایسا مزاج پیدا کرتا ہے کہ

وہ خود اپنے اندرونی تقاضے کے تحت برائی سے رکنے والا بن جاتا ہے۔ یہی بات ایک حدیث میں اس طرح بتائی گئی ہے کہ جب بھی کسی روزہ رکھے ہوئے آدمی کو گالی دی جائے اور روزہ دار اس کے جواب میں غصہ ہونے کے بجائے یہ کہے کہ تم پر سلامتی ہو (سلام علیکم) وہ کہے کہ تم نے اگر مجھ کو گالی دی ہے تو میں ایسا نہیں کروں گا کہ میں بھی تم کو گالی دینے لگوں۔ جو آدمی ایسا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے ایک شخص کی برائی کے مقابلہ میں روزہ کی پناہ لی تو میں نے بھی اپنے اس بندے کو آگ سے پناہ دے دی۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ آدمی کو منفی نفسیات سے بچاتا ہے اور اس کے اندر مثبت نفسیات کی پرورش کرتا ہے۔ روزہ آدمی کے اندر یہ صلاحیت پیدا کرتا ہے کہ وہ اشتعال انگیزی پر مشتمل نہ ہو۔ دوسروں سے برائی کا تجربہ ہو تب بھی وہ ان کے ساتھ بھلائی کرے۔ کوئی شخص اسے گالی دے تب بھی وہ اس کے ساتھ شفقت کا سلوک کرے۔ روزہ آدمی کے اندر یہ جذبہ ابھارتا ہے کہ وہ اپنے دشمن کو دعائیں دے۔ جو لوگ اس کے ساتھ برائی کریں ان کے حق میں وہ اپنے رب سے بہتری کی درخواست کرے۔

روزہ دنیا میں برائیوں کے مقابلہ میں ڈھال ہے۔ اور آخرت میں وہ جہنم کے مقابلہ میں آدمی کی ڈھال بن جائے گا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ روزہ صرف کھانا اور پینا چھوڑنے کا نام نہیں ہے۔ روزہ دراصل یہ ہے کہ آدمی لغو اور بے ہودہ بات کو چھوڑ دے (لیس الصیام من الاکل والشرب انما الصیام من اللغو والرفث)

ایک شخص اگر بظاہر روزہ رکھے اور اسی کے ساتھ وہ جھوٹ بولے، گالی دے، نینت کرے۔ بدخواہی کرے۔ کسی کو بے عزت کرنے والے کلمات بولے، تو اس قسم کے اعمال میں مبتلا شخص سچا روزہ دار نہیں ہے۔ اس قسم کا روزہ حدیث کے الفاظ میں، ایسا ہی ہے جیسے کسی آدمی نے خدا کی جائزگی ہوئی چیز سے روزہ رکھا اور پھر خدا کی حرام کی ہوئی چیز سے اس نے افطار کر لیا۔

اسی نوعیت کی ایک حدیث وہ ہے جس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔ اس کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے۔ پس جب تم میں سے کسی شخص کے روزہ کا دن ہو تو وہ فحش کلامی کرے اور نہ شور کرے۔ اور اگر کوئی آدمی اس کو برا کہے یا اس سے لڑائی

کمرے تو اس کو چاہیے کہ وہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں، میں روزہ دار ہوں۔

یہی وہ چیز ہے جس کو ہم نے صوم اسپرٹ کہا ہے۔ موجودہ دنیا میں مومن کا رویہ رد عمل کا رویہ نہیں ہوتا۔ مومن کے لیے درست نہیں کہ کوئی شخص اس کو غصہ دلائے تو وہ غصہ میں آکر اس سے لڑنے لگے۔ مومن کو اپنی زبان یا اپنے رویہ سے یہ بتانا چاہیے کہ میں تم سے مختلف آدمی ہوں۔ میں ایک روزہ دار آدمی ہوں۔ میں نے اپنے آپ کو خدا کی مرضی کا پابند بنا رکھا ہے۔ میں تمہاری طرح بے قید نہیں ہوں کہ جو چاہوں کر نے لگوں۔

روزہ گویا خواہشات پر روک لگانے کی مشق ہے۔ رمضان کے مہینہ میں اس کی مشق اس آخری حد پر کرائی جاتی ہے کہ آدمی کو کھانا اور پانی جیسی ضروری چیزوں کے استعمال سے بھی روک دیا جاتا ہے۔ کھانا پینا انسان کے لیے بالکل جائز ہے۔ مگر روزہ کے دنوں میں اس ضروری چیز پر بھی پابندی لگادی جاتی ہے، تاکہ آدمی کو موجودہ دنیا میں جو پابند زندگی گزارنا ہے، اس کا احساس اس کو آخری حد تک کرایا جاسکے۔

رمضان کے مہینہ میں جو اعمال کیے جاتے ہیں ان میں سے ایک عمل تراویح ہے۔ یعنی عشر کی نماز کے بعد جماعت کے ساتھ کچھ اور نمازیں ادا کرنا۔ تراویح دراصل تہجد ہے۔ عام لوگوں کی سہولت کی بنا پر اس کا وقت کچھ پہلے مقرر کر دیا گیا ہے۔

تہجد کو قرآن میں نافلہ (بنی اسرائیل ۷۹) کہا گیا ہے۔ نافلہ کے معنی زائد یا مزید کے ہوتے ہیں۔ گویا تہجد (یا تراویح) عبادت مزید ہے۔ جب کوئی شخص کسی کے بارہ میں بہت اعلیٰ جذبات پارہا ہو تو وہ اس کے لیے ضروری فرائض سے زیادہ کچھ کرنا چاہتا ہے۔ بندے کے اندر یہی احساس اپنے رب کے بارہ میں اور بھی زیادہ شدت کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ مقررہ عبادت کے ساتھ کچھ مزید عبادت ادا کرے۔ اہل ایمان کے اوپر پانچ وقت کی نماز فرض کی گئی ہے۔ مگر ایک سچا مومن عین اپنے فطری تقاضے کے تحت چاہتا ہے کہ وہ اپنے رب کی کچھ اور بھی عبادت کرے۔ اسی عبادت مزید کی ایک شکل تہجد ہے۔ رات کی اس نماز کو جب موخر کر کے پڑھا جائے تو اس کو تہجد کہا جاتا ہے۔ اور رات کی اس نماز کو جب مقدم کر کے پڑھیں تو اسی کا نام تراویح ہے۔

تراویح کے ذریعہ گویا اجتماعی نظم کے تحت مسلمانوں کو یہ سبق دیا جاتا ہے کہ تم کو عبادت مفروضہ



کے ساتھ عبادتِ مزید بھی ادا کرنا ہے۔ جس آدمی کے اندر اپنے رب کے لیے عبادتِ مزید کا جذبہ نہ پایا جائے، اس کو گویا ابھی تک عبادتِ الہی کا ذائقہ نہیں ملا۔

رمضان کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس مہینہ میں لیلة القدر (شبِ قدر) ہوتی ہے۔ لیلة القدر کے معنی ہیں فیصلہ کی رات۔ سال میں ایک خاص رات ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے سالانہ فیصلے کیے جاتے ہیں۔ یہ رات رمضان کے آخری عشرہ میں آتی ہے۔ اس رات کی اتنی اہمیت ہے کہ اس کو ہزار مہینوں سے بہتر بتایا گیا ہے۔

غالباً اس رات کو بہت زیادہ فرشتے اترتے ہیں۔ یہاں تک کہ زمین پر فرشتوں کی کسرت ہو جاتی ہے۔ اسی بنا پر اس رات کو زمین پر مخصوص روحانی ماحول پیدا ہو جاتا ہے۔ جن لوگوں کے اندر روحانی تاثر پذیریری کا مادہ ہو، وہ اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس تاثر کی بنا پر ان کے قول و عمل میں غیر معمولی ربانی کیفیات پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس اضافہ شدہ کیفیت کی بنا پر اس رات میں ان کے عمل کی قدر و قیمت بہت بڑھ جاتی ہے۔

حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر میں لیلة القدر کو پاؤں تو میں کس طرح دعا کروں۔ آپ نے فرمایا کہ اس طرح کہو: **اللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَمُوٌّ تُجِبُّ الدُّعُوَّ فَخَفِّ عَنِّي (اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے اور معافی کو پسند کرتا ہے، تو مجھے معاف فرما)**

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی سب سے بڑی چیز کیا ہے۔ اللہ سے مانگنے کی سب سے بڑی چیز معافی ہے۔ معافی وہ چیز ہے جو آدمی کے لیے سب سے بڑی سعادت کا دروازہ کھولتی ہے۔ وہ آدمی کو ابدی جنت میں پہنچانے والی ہے۔ پھر سب سے بہتر وقت میں سب سے بہتر مانگنے کی چیز معافی کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔

رمضان کے مہینہ کا ایک عبادتی عمل وہ ہے جس کو اعتکاف کہا جاتا ہے۔ یعنی مہینہ کے آخر میں دس دن یا اس سے کم یا زیادہ مدت کے لیے مسجد میں بیٹھنا۔ یہ اعتکاف رمضان کے عام اعمال سے الگ کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ رمضان کے عام اعمال ہی کی زیادہ مرکب صورت ہے۔ رمضان کے دن اور رات میں ایک روزہ دار جو کچھ کرتا ہے، اسی کو مزید کیسوئی اور اہتمام کے ساتھ کرنے کے لیے وہ اپنے ماحول سے الگ ہو کر چند دنوں کے لیے مسجد میں بیٹھ جاتا ہے۔

اعشکاف کے دوران آدمی قرآن پڑھتا ہے۔ وہ نفل نمازیں ادا کرتا ہے۔ وہ اللہ کی یاد کرتا ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ اللہ کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ ان مشغولیوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے روزوں میں مزید زندگی پیدا ہوتی ہے۔ جب وہ اعشکاف سے نکلتا ہے تو وہ ایک نئی ربانی شخصیت لے کر نکلتا ہے، ایسی شخصیت جس کے اثرات ہمینوں تک بھی ختم نہ ہوں، جو مسجد کے باہر کی دنیا میں بھی اسی طرح برائیوں سے الگ رہے جس طرح وہ اعشکاف کے دوران اپنے ماحول سے الگ ہو گیا تھا۔ وہ اپنی پوری زندگی میں برائیوں سے علیحدہ رہنے والا انسان بن جائے۔

روزہ کا مہینہ ختم ہونے کے بعد اگلادین عید کا ہوتا ہے۔ عید کے دن مسلمان دو رکعت خصوصی نماز ادا کرتے ہیں۔ نئے کپڑے پہنتے ہیں۔ آزادانہ طور پر کھاتے پیتے ہیں۔ دوستوں اور رشتہ داروں سے ملاقاتیں کرتے ہیں۔ روزہ کے دن اگر پابندی کے دن تھے۔ تو عید کا دن مسلمان کے لیے آزادی کا دن ہوتا ہے۔

یہ علامتی طور پر دو حالتوں کا تجربہ ہے۔ ایک، دنیا کی حالت۔ اور دوسری، آخرت کی حالت۔ دنیا مومن کے لیے پابندی کا دور ہے اور آخرت مومن کے لیے آزادی کا دور۔ رمضان کے مہینہ میں اس کو یہ سبق دیا جاتا ہے کہ موجودہ دنیا میں اس کو کس طرح زندگی گزارنا ہے۔ عید کے دن جزئی طور پر اس کو یہ تجربہ کرایا جاتا ہے کہ اگلی دنیا میں اس کو کس قسم کی زندگی حاصل ہوگی۔ روزہ عمل کے دور کی علامت ہے اور عید انعام کے دور کی علامت۔

## رمضان کا مہینہ

بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو باندھ دیا جاتا ہے۔ یہی بات ترمذی اور ابن ماجہ میں اس طرح آئی ہے کہ جب رمضان کے مہینہ کی پہلی رات آتی ہے تو شیطانوں کو قید کر دیا جاتا ہے اور آگ کے دروازوں کو بند کر دیا جاتا ہے، پس اس کا کوئی دروازہ کھلا نہیں رہتا۔ اور جنت کے دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے، پس اس کا کوئی دروازہ بند نہیں رہتا۔ اور پکارنے والا پکارتا ہے کہ اے خیر کو چاہنے والے آگے آ، اور اے شر کو چاہنے والے رک جا۔ اور اللہ لوگوں کو آگ سے آزاد کرتا ہے۔ اور ایسا ہی ہر رات کو ہوتا ہے۔

شیطان کا باندھا جانا فرد کی نسبت سے ہے نہ کہ عمومی طور پر تمام لوگوں کی نسبت سے۔ یعنی اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دنیا بھر کے تمام شیطان ایک مہینہ کے لئے مکمل طور پر باندھ دئے جاتے ہیں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے مہینہ میں شیطان اس فرد کی نسبت سے بندھ جاتے ہیں جو صحیح معنوں میں روزہ دار ہو۔ جو تمام آداب و شرائط کے ساتھ روزہ کا اہتمام کرے۔ رمضان کے مہینہ میں ایسے روزہ دار شخص کے اوپر شیطان غیر مؤثر ہو جاتا ہے۔

اس حدیث میں بظاہر ”صوم“ کی بات کہی گئی ہے، مگر دراصل وہ ”صائم“ کی بات ہے۔ اس میں آل انسان کا ذکر ہے جو روزہ سے یہ فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ ہو، حدیث کے الفاظ میں، روزہ کو اپنے لئے ٹھہال بنالے۔

جب رمضان کا مہینہ آتا ہے اور ایک بندہ مؤمن اللہ کی خاطر اس کے روزے رکھتا ہے تو اس کو تقویٰ کا تجربہ ہوتا ہے۔ اس عمل کے دوران اس کے اندر اعلیٰ قسم کی رہائی کی کیفیات ابھرتی ہیں جو آدمی کو ان فائدوں کا مستحق بنا دیتی ہیں جس کا ذکر حدیث میں کیا گیا ہے۔

قرآن میں کہا گیا ہے کہ اے ایمان والو، تمہارے اوپر رمضان کا روزہ فرض کیا گیا جس طرح پہلی امتوں پر فرض کیا گیا تھا، تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو (البقرہ ۱۸۳)

تقویٰ دینی حساسیت کا دوسرا نام ہے۔ اس اعتبار سے روزہ کا مقصد یہ ہے کہ آدمی کے اندر دینی احساس کو بیدار کیا جائے۔ اس کو بے حس انسان کے بجائے ایک حساس انسان بنادیا جائے۔ ہر آدمی کی فطرت میں ایک ربانی انسان موجود ہے۔ روزہ اس لیے ہے کہ وہ آدمی کے اندر چھپے ہوئے اس ربانی انسان کو جگا دے۔

رمضان کا مہینہ ہر سال اس لیے آتا ہے کہ آدمی کو روزہ کے تجربات سے گزار کر اس کے اندر تعلق باللہ کی کیفیت کو زندہ کیا جائے۔ یہاں تک کہ کوئی بندہ مومن اپنے رب کو یاد کر کے کہہ اٹھے کہ خدایا، تو شیطان کو اس سے روک دے کہ وہ مجھے گمراہ کرے۔ خدایا، تو میرے لیے جنت کے دروازے کھول دے۔ اور اس کا کوئی دروازہ میرے اوپر بند نہ رکھ۔ اور تو میرے اوپر جہنم کے دروازے بند کر دے، اور اس کا کوئی دروازہ میرے لیے کھلا نہ رکھ۔ جس شخص کا روزہ اس کے لیے اس پکار میں ڈھل جائے، وہی وہ شخص ہے جس کے حق میں مذکورہ حدیث کے الفاظ پورے ہوں گے۔

روزہ گویا ایک سالانہ موقع ہے جب کہ آدمی شیطان کو باندھ کر اس کو اپنے سے دور کر سکتا ہے۔ حدیث میں بظاہر یہ الفاظ ہیں کہ روزہ کے مہینے میں شیطان کو قید کر دیا جاتا ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ جس آدمی کا روزہ اس کے اندر یہ تزلزل پیدا کرے کہ وہ خدا سے اس بات کا طالب بن جائے کہ شیطان کو اس کے اوپر اثر انداز ہونے سے روک دیا جائے، تو خدا اس کو وہی چیز دے دیتا ہے جس کی طلب اس کی نفسیات میں ابھری تھی۔

اسی طرح حدیث میں بظاہر یہ کہا گیا ہے کہ روزہ کے مہینے میں جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کا روزہ اس کے اندر یہ احساس بیدار کر دے کہ وہ پکار اٹھے کہ خدایا، تو میرے لیے جنت کے دروازے کھول دے اور جہنم کے دروازوں کو میرے اوپر بند کر دے، تو اس کے لیے خدا اس کا فیصلہ دے دیتا ہے جو اس نے خدا سے اپنے لیے مانگا تھا۔

ہر عمل آدمی کو کسی انعام کا مستحق بناتا ہے۔ روزہ کا عمل آدمی کو اس بات کا مستحق بناتا ہے کہ اللہ اس پر اپنا خصوصی انعام فرمائے، اس کو ہر نفل سے محفوظ کر کے اپنی ابدی رحمتوں سے یہ میں لے لے۔

## روزہ اور قرآن

قرآن میں روزہ کا حکم دیتے ہوئے خصوصیت کے ساتھ نزول قرآن کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ روزہ اور قرآن میں خاصی مناسبت ہے۔ قرآن کے الفاظ یہ ہیں :

شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ہدی للناس و بینات من الہدی والفرقان فمن شهد منکم الشهر فلیصمه (البقرہ ۱۸۵)

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اتارا گیا۔ ہدایت ہے لوگوں کے لیے اور کھلی نشانیاں راستہ کی اور حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا۔ پس تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے وہ اس کے روزے رکھے۔

قرآن کا نزول ۶۱۰ء میں شروع ہوا۔ یہ قمری کیلنڈر کے اعتبار سے رمضان کا مہینہ تھا۔ پہلی وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت اتری جب کہ آپ حجاز نامی غار میں تھے۔ غار حراء میں قرآن کا اتنا شروع ہوا اور ۲۳ سال کی مدت میں تدریجی نزول کے بعد وہ مدینہ میں اپنی تکمیل کو پہنچا۔

قرآن جیسے ہدایت نامہ کا نزول انسان کے اوپر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام ہے۔ کیوں کہ وہ انسان کو سب سے بڑی کامیابی کا راستہ دکھاتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ انسان کس طرح اپنی موجودہ زندگی کو بامعنی بنائے تاکہ موت کے بعد کی ابدی زندگی میں وہ مغنویت سے بھری ہوئی اس دنیا میں داخلہ پائے جس کا نام جنت ہے۔ جنت انسان کی منزل ہے، اور روزہ گویا اس جنت تک پہنچنے کا راستہ۔

رمضان کا مہینہ اسی نعمت کی سالانہ یادگار منانے کا مہینہ ہے۔ قرآن کے نزول کی یہ یادگار جشن کی صورت میں نہیں منائی جاتی بلکہ تقویٰ اور شکرگزاری کے ماحول میں منائی جاتی ہے۔ اس مہینہ میں روزہ رکھنا نعمت خداوندی کا سنجیدہ اعتراف ہے۔ وہ عمل کی زبان میں یہ کہنا ہے کہ ————— خدایا، میں نے سنا اور میں نے اس کو تسلیم کیا۔

اسی کے ساتھ رمضان کا مہینہ قرآن کو پڑھنے اور سمجھنے کا مہینہ ہے۔ اس مہینہ میں خصوصیت سے قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے۔ راتوں میں تراویح کی صورت میں قرآن کو ادب و احترام کے ساتھ سنا جاتا ہے۔ یہ مہینہ اس مقصد کے لیے خاص ہے کہ اس میں اللہ کی سب سے بڑی نعمت کا سب سے زیادہ تذکرہ کیا جائے

نزول قرآن کے مہینہ میں قرآن کو پڑھتے ہوئے آدمی کو وہ لمحہ یاد آتا ہے جب کہ آسمان اور زمین کے درمیان نورانی اتصال قائم ہوا۔ اس کو یاد کر کے وہ پکار اٹھتا ہے کہ خدایا، تو میرے سید کو بھی اپنی تجلیات سے روشن کر دے۔ قرآن میں وہ ان سعید روحوں کی بابت پڑھتا ہے جنہوں نے مختلف وقتوں میں ربانی زندگی گزاری۔ وہ کہہ اٹھتا ہے کہ خدایا، تو مجھ کو بھی اپنے ان پسندیدہ بندوں میں شامل فرما۔ قرآن میں وہ جنت اور جہنم کا تذکرہ پڑھتا ہے۔ اس وقت اس کی روح سے یہ صدا بلند ہوتی ہے کہ خدایا، مجھے جہنم سے بچالے اور مجھ کو جنت میں داخل کر دے۔

اس طرح قرآن اس کے لیے ایک ایسی کتاب بن جاتا ہے جس میں وہ جئے۔ جس سے وہ اپنے لیے رزق حاصل کرے جس کے نورانی سمندر میں غسل کر کے وہ پوری طرح پاک ہو جائے۔

قرآن بندے کے اوپر اللہ کا انعام ہے، اور روزہ بندے کی طرف سے اس انعام کا عمل اعتراف۔ روزہ کے ذریعہ بندہ اپنے آپ کو شکرگزاری کے قابل بناتا ہے۔ وہ ایک غیر معمولی خدائی حکم کی تعمیل کر کے خدائی برتری کے احساس کو اپنے اوپر طاری کرتا ہے۔ روزہ کے کورس سے گزر کر وہ اپنے اندر یہ صلاحیت پیدا کرتا ہے کہ قرآن کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق وہ دنیا میں متقیانہ زندگی گزار سکے۔

روزہ ایک مخصوص عمل ہے۔ اس سے آدمی کے دل میں نرمی اور شگستگی آتی ہے۔ اس طرح روزہ آدمی کے اندر یہ صلاحیت پیدا کرتا ہے کہ وہ اپنے اندر لطیف نفسیات کو جگائے۔ وہ ان کیفیتوں کو احساس کی سطح پر پاسکے جو اللہ کو اپنے بندوں سے اس دنیا میں مطلوب ہیں۔

روزہ کا پڑشقت تجربہ آدمی کو مادی سطح سے اٹھا کر روحانی سطح کی طرف لے جاتا ہے۔ روزہ ایک قسم کی تربیت ہے جس سے آدمی کے اندر یہ استعداد پیدا ہوتی ہے کہ وہ تڑپ کی سطح پر خفا کا عبادت گزار بنے۔ روزہ آدمی کو اس قابل بناتا ہے کہ اللہ کی شکرگزاری میں اس کا سینہ تڑپے۔ اور اللہ کی پکڑ کے خوف سے اس کے اندر کچپی پیدا ہو۔

# پابند زندگی کی مشق

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: الصیام جنة فاذا کان یوم صوم احدکم فلا یبرق فی یومئذ ولا یصحب فان شاتمہ احد او قاتلہ فلیقل انی صائم انی صائم (بخاری ومسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے پس جب تم میں سے کسی کا روزہ کا دن ہو تو وہ نہ فحش کلائی کرے اور نہ شور کرے۔ اور اگر کوئی شخص اس کو برا کہے یا اس سے لڑائی کرے تو اس کو چاہئے کہ وہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں، میں روزہ دار ہوں۔

عن ابی عبد اللہ بن الجراح قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: الصوم جنة ما لم یخ قضا اخجه الناس

حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ روزہ ڈھال ہے جب تک آدمی اس کو نہ توڑے۔

روزہ خواہشات پر روک لگانے کی مشق ہے۔ رمضان کے مہینہ میں اس کی مشق اس آخری حلقہ پر کرائی جاتی ہے کہ کھانا پینا جیسی ضروری چیزوں کے استعمال سے بھی روک دیا جاتا ہے۔ کھانا پینا انسان کے لئے عین جائز ہے۔ مگر روزہ کے دنوں میں اس پر بھی پابندی لگادی جاتی ہے تاکہ دنیا میں پابند زندگی گزارنے کی اہمیت کا شدید احساس پیدا ہو۔

روزہ کا یہ مقصد اگر آدمی کے ذہن میں تازہ ہو تو وہ اشتعال کے مواقع پر شعل ہونے سے بچے گا۔ کیونکہ روزہ اپنے آپ پر کنٹرول کرنے ہی کا تو سبق ہے۔ پھر روزہ رکھتے ہوئے وہ اپنے آپ کو کنٹرول سے باہر کیسے لے جاسکتا ہے۔

اس طرح کا شدید سبق ہر سال کے ایک مہینہ میں عملی طور پر دیا جاتا ہے۔ اگر آدمی صحیح شعور اور جذبہ کے ساتھ روزہ رکھے تو ایک مہینہ کی اس تربیت کا اثر اس کی بارہ مہینہ کی زندگی تک باقی رہے گا۔ تربیت کے دوران جب اس نے اپنے آپ کو تھامنا تھا۔ جب وہ اشتعال کے باوجود مشتعل نہیں ہوا تھا۔ تو تربیت کے بعد یقیناً اس کے اوپر اس کے اخراجات باقی رہیں گے۔ لوگ اس کو بقیہ مہینوں میں بھی ”روزہ دار“ پائیں گے۔ جس طرح انھوں نے اس کو رمضان کے مہینہ میں روزہ دایا تھا۔

روزہ بلاشبہ ایک اعلیٰ عبادت ہے اور اس کا بہت ثواب ہے۔ مگر یہ ثواب حقیقتِ روزہ پر مقرر کیا گیا ہے نہ کہ محض صورتِ روزہ پر۔

حدیث میں آیا ہے کہ اللہ نیکوں کا بدلہ دس گنے سے لے کر سات سو گنے تک دیتا ہے۔ مگر روزہ خاص اللہ کے لئے ہے اور وہی اس کا (بے حساب) بدلہ دے گا۔ دوسری طرف حدیث میں ہے کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کو اپنے روزہ سے بھوک پیاس کے سوا اور کچھ نہیں ملتا۔

ایک روزہ اور دوسرے روزہ میں اس فرق کی وجہ کیا ہے جب کہ بظاہر ہر آدمی کا روزہ یکساں ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ روزہ کی بظاہری شکل ہے وہی اصل روزہ نہیں ہے بلکہ وہ اصل روزہ کی ایک علامت ہے۔ ایک شخص وہ ہے جو علامتی روزہ کو اس کی اصل حقیقت کے ساتھ رکھتا ہے، وہ خدا کے یہاں اس کا بہت بڑا اجر پائے گا۔ اس کے برعکس معاملہ اس شخص کا ہے جو علامتی روزہ کا اہتمام کرے اور حقیقی روزہ کو چھوڑ دے، ایسے آدمی کے روزہ کی خدا کے یہاں کوئی قیمت نہیں۔ جو چیز علامتی نوعیت رکھتی ہو اس کی قدر و قیمت کا تعین ہمیشہ اس کی حقیقت کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ محض اس کی ظاہری صورت کے اعتبار سے۔

روزہ کی ظاہری صورت کھانا پینا چھوڑ دینا ہے۔ یہ ”چھوڑنا“ اس بات کی علامت ہے کہ بندہ خدا کے حکم کے ماتحت ہے۔ وہ ہر اس چیز کو چھوڑنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے جس کو چھوڑنے کا خدا اسے حکم دے۔ حتیٰ کہ اگر وہ حکم دے تو وہ کھانے پینے جیسی ضروری چیزیں بھی اس کی خاطر چھوڑ دے گا۔

اب ظاہر ہے کہ جو شخص ایک ہمیشہ کے مخصوص اوقات میں کھانا پینا چھوڑ دے۔ مگر خدا کی دوسری منہ کی ہوئی چیزوں، مثلاً جھوٹے بول اور جھوٹی کارروائیاں نہ چھوڑے، اس نے گویا علامتی حکم کی تو پوری کی مگر جو اصلی حکم تھا اس کو نظر انداز کر دیا۔ ایسا آدمی کسی انعام کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

روزہ دار دراصل وہ ہے جس کا روزہ اس کی پوری زندگی کا روزہ بن جائے، جو تمام معاملات میں اس کے اوپر خدا کی گام لگا دے۔ اس کی زبان بدخواہی کا کلمہ بولنا چھوڑ دے۔ اس کا ہاتھ ظالمانہ کارروائی کرنے سے رک جائے۔ اس کے پاؤں بے انصافی کے راستوں میں نہ چلیں۔ حدیث کے الفاظ میں، وہ اس گھوڑے کی مانند ہو جائے جو کھوٹے سے بندھا ہوا ہے۔ اس کی رسی جتنی لمبی ہے بس اسی کے دائرہ میں وہ گھومتا رہتا ہے، وہ اس کے باہر نہیں جاسکتا۔

روزہ حقیقتہً برائی کو چھوڑنے کا نام ہے۔ اسی کا روزہ روزہ ہے جو اس کے لئے زندگی کے تمام معاملات میں برائی کو چھوڑ دینے کے ہم مخفی بن جائے۔



## روزہ کا پیغام

روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کا تعلق تمام تر روزہ دار کی اپنی ذات سے ہے۔ روزہ رکھنے والا آدمی خود اپنی ذات کو شقت میں ڈالتا ہے۔ وہ خود اپنے آپ کو بھوک اور پیاس میں مبتلا کرتا ہے۔ روزہ ہر اعتبار سے ایک ذاتی عمل ہے۔ اس طرح روزہ پورے دین کی حقیقت کو بتاتا ہے۔ روزہ اس بات کا سبق ہے کہ عمل کا آغاز اپنے آپ سے ہوتا ہے نہ کہ دوسروں سے۔

دین پورا کا پورا ایک ذاتی عمل ہے۔ مگر روزہ میں دین کی یہ حقیقت آخری حد تک نمایاں ہوگئی ہے۔ روزہ ایک اعتبار سے ایک انفرادی عبادت ہے۔ اسی کے ساتھ وہ علامتی طور پر پورے دین کا تعارف ہے۔ سچا روزہ دار وہی ہے جو روزہ رکھ کر روزہ کی اس حقیقت کو پالے۔

روزہ کا آغاز رمضان کے چاند سے ہوتا ہے۔ آدمی جب آسمان پر ہلال رمضان کو دیکھتا ہے تو اس کو محسوس ہوتا ہے کہ اس کا خدا آسمانی اشارہ کی زبان میں اس سے ہم کلام ہے۔ وہ کہہ رہا ہے کہ میرے بندے، تو اپنے آپ کو میرے تابع بنا کر دے۔ میں تیرے عمل کو بڑھاؤں گا، یہاں تک کہ وہ ہلال سے بڑھ کر ”بدر“ بن جائے۔

پھر آدمی جب پہلی رمضان کو کھانا اور پانی چھوڑ دیتا ہے تو گویا وہ زبان حال سے کہتا ہے کہ خدا یا، میں تیرے حکم کا پابند ہوں، اگرچہ میں نے تجھ کو نہ دیکھا ہو۔ میں اپنے آپ کو تیری مرضی کے حوالے کرتا ہوں، اگرچہ میں نے تیری مرضی کو صرف کتاب کے الفاظ میں پڑھا ہو، اگرچہ کوئی فرشتہ مجھ کو مجبور کرنے کے لیے میرے پاس موجود نہ ہو۔

اس کے بعد سارے دن اس کو بھوک لگتی ہے اور پیاس ستاتی ہے۔ مگر وہ کھانے اور پانی کو ہاتھ نہیں لگاتا۔ اس کے معمولات ٹوٹتے ہیں مگر وہ کوئی شکایت نہیں کرتا۔ اس طرح وہ ظاہر کرتا ہے کہ میں خدا کا صابر بندہ ہوں گا۔ میں ہر حال میں خدا کے حکم کا پابند رہوں گا خواہ اس کو صبر و برداشت کی آخری سطح پر جا کر انجام دینا پڑے۔

عام دنوں میں مسلمان کو ناجائز چیزوں سے رکن پڑتا ہے۔ روزہ کے دنوں میں وہ جائز چیز کو لینے سے بھی رک جاتا ہے۔ یہ گویا اطاعتِ خداوندی کے جذبہ کو مزید پختہ کرنا ہے۔

اس سے پہلے اس کا معاملہ یہ تھا کہ جب پیاس لگی تو پانی پی لیا۔ بھوک لگی تو کھانا کھالیا۔ اب روزہ رکھنے کے بعد اسی شخص کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ اس کو پیاس لگے تب بھی وہ پانی نہیں پیتا۔ اس کو بھوک محسوس ہو تب بھی وہ کھانا نہیں کھاتا۔ اس طرح وہ رمضان کے ہمنام میں اس بات کی تربیت حاصل کرتا ہے کہ وہ ایک محکم اصول کی پیروی میں اپنی زندگی گزارے گا، اور یہ اصول وہی ہوں گے جو خداوند رب العالمین نے اس کے لیے ابدی طور پر مقرر کر دیے ہیں۔

روزہ دار اس طرح مشقت اٹھاتے ہوئے اور خدا کی یاد کرتے ہوئے اپنا دن گزار دیتا ہے۔ یہاں تک کہ شام آجاتی ہے۔ سورج غروب ہو کر دوبارہ آسمانی اشارہ کی زبان میں کہتا ہے کہ اے خدا کے بندو، تم نے خدا کے ساتھ کیے ہوئے اپنے عہد کو پورا کر دیا۔ اب وہ وقت آگیا ہے کہ خدا تمہارے ساتھ کیے ہوئے اپنے عہد کو پورا کرے۔

اب تمہارے اوپر سے پابندی اٹھائی گئی۔ اب تم آزاد ہو۔ اب تم خدا کی دی ہوئی نعمتوں میں سے کھاؤ اور پیو۔ اب نہ تمہارے لیے پانی پینے پر کوئی روک ہے اور نہ تمہارے لیے کھانا کھانے پر کوئی روک۔ خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے تم جس طرح چاہو خدا کی نعمتوں کو استعمال کرو۔

روزہ کے بعد افطار کا یہ تجربہ اہل ایمان کے لیے مزید ایک خوش خبری ہے۔ وہ یاد دلاتا ہے کہ موجودہ افطار ایک اور زیادہ بڑے افطار کی علامت ہے۔ یہ روزہ دار کو علامتی طور پر بتاتا ہے کہ سب سے بڑی نعمت کا دن تمہارے لیے آخرت میں آئے گا جب کہ خدا ظاہر ہو کر تمہاری عبادتوں کی قبولیت کا اعلان کرے۔ اور تم کو جنت کے ابدی باغوں میں داخل کر دے جہاں دوبارہ تمہیں کوئی مشقت نہ اٹھانا پڑے۔ ○

## برکتوں کا مہینہ

رمضان کا مہینہ ہر قسم کی خیر و برکت کا مہینہ ہے۔ اس کے ذریعہ سے روزہ دار کو جسمانی صحت، روحانی پاک، معاشی فراوانی اور دوسری برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔ خدا پرست لوگوں کے لیے رمضان کے مہینہ کا آنا ایسا ہی ہے جیسے بہار کی فصل کا آنا۔

رمضان کا مہینہ اسلامی شریعت میں روزہ کا مہینہ ہے۔ رمضان کا آغاز شعبان کی آخری تاریخ کو چاند دیکھنے سے ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا پہلا چاند آسمان پر دیکھا تو فرمایا: **اللهم اهله علينا بالامن والايمان والسلامة والاسلام** (اے اللہ، تو اس آنے والے مہینہ کو ہمارے لیے امن اور ایمان اور سلامتی اور اسلام کا مہینہ بنا دے)

اس سے معلوم ہوا کہ رمضان کے مہینہ کا خاص مقصد آدمی کے اندر ایمان و اسلام اور امن و سلامتی کے احساس کو جگانا ہے۔ اس مہینہ میں روزہ کے تربیتی کورس سے گزرا کر آدمی کے اندر روحانی اور انسانی کیفیات کو ابھارا جاتا ہے۔ تاکہ وہ اس قابل ہو جائے کہ آئندہ سال بھر اس طرح رہے کہ ایک طرف اللہ سے اس کا ایمانی تعلق مضبوط ہو، اور دوسری طرف وہ لوگوں کے درمیان امن اور سلامتی والا انسان بن کر رہ سکے۔ وہ خدا کا اچھا بندہ بھی بنے اور سماج کا اچھا فرد بھی۔

اس کے بعد روزہ دار فجر سے پہلے سحری کھاتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ سحری کھاؤ، کیوں کہ سحری میں برکت ہے **(تسحر وا فان في السحور بركة)** فجر سے پہلے اٹھ کر اگلے دن کے روزہ کی نیت کرنا اور آخری کھانے کے طور پر سحری کھانا بہت بامعنی ہے۔ یہ گویا اپنے اندر روزہ کی آمادگی پیدا کرنا ہے۔ کمپوٹر کی اصطلاح میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ ذہن کی پروگرامنگ ہے۔ اس طرح آدمی ذہنی طور پر تیار ہو جاتا ہے کہ وہ صبح سے شام تک روزہ کے عمل کا تحمل کر سکے۔ عام دنوں میں اگر صبح سے شام تک کھانا اور پانی نہ ملے تو آدمی سخت تکلیف محسوس کرتا ہے۔ مگر رمضان میں وہ پورے مہینہ تک اس کو باسانی گوارا کر لیتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ذہن کی پروگرامنگ ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ روزہ برائیوں کے خلاف ڈھال ہے۔ تمام برائیوں کا سبب نفسانی جذبات ہوتے ہیں۔ مثلاً کوئی شخص اشتعال دلانے والے الفاظ بول دے تو آدمی غصہ میں بھرک کر اس سے

لڑنے لگتا ہے۔ روزہ اس کے خلاف چیک ہے۔ روزہ میں فاقہ کا عمل نفسانی جذبات کو مضحمل کرتا ہے۔ وہ مختلف عباداتی اعمال کے ذریعہ آدمی کے اندر روحانیت کو ابھارتا ہے۔ اس طرح آدمی اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ روح عمل کی نفسیات سے بچے اور غصہ کی بات پر بھی غصہ میں نہ آئے۔ رمضان کا غذائی روزہ اس کو بقیہ دنوں کے لیے اخلاقی روزہ دار بنادیتا ہے۔

دن بھر نماز، صدقہ، دعا، تلاوت قرآن اور یاد الہی میں گزار کر روزہ دار شام کو افطار کرتا ہے۔ یہ افطار گویا روزہ کے عمل پر خدا کا تقد انعام ہے۔ دن بھر کے فاقہ کے بعد کھانا اور پانی کو پا کر روزہ دار کو جو خوشی ہوتی ہے وہ اس زیادہ بڑی خوشی کی علامت ہے جو آخرت میں خدا کے ابدی انعام کو پا کر روزہ دار کو ہوگی۔ رمضان دار العمل کی علامت ہے اور افطار دار الجزا کی علامت۔

حدیث میں بتایا گیا ہے کہ روزہ میں آدمی جو عمل کرتا ہے اس کا ثواب اس کو عام دنوں سے زیادہ ملتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ روزہ میں آدمی کی روحانی کیفیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ آدمی روزہ میں جو عمل کرتا ہے وہ زیادہ کیفیت لیے ہوئے ہوتا ہے۔ اس بنا پر اس کے عمل کا ثواب بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نہایت فیاض تھے۔ مگر رمضان کے مہینہ میں آپ کی فیاضی بہت بڑھ جاتی تھی۔ اس سے روزہ کی اسپرٹ کا اندازہ ہوتا ہے۔ روزہ میں آدمی کو مشقت کا تجربہ کرایا جاتا ہے، تاکہ وہ مشقت میں پڑے ہوئے لوگوں کی مشقتوں کو جانے اور ان کی مدد کے لیے کھڑا ہو جائے۔ دوسروں کی مدد کرنا ایک اسلامی فریضہ ہے۔ روزہ اس فریضہ کے لیے ابھارنے کا کام کرتا ہے۔ وہ دوسروں کی مدد کی روح آدمی کے اندر جگا دیتا ہے۔

روزہ میں اپنے آپ پر احیاء کی حالت طاری کرنے سے دوسرے محتاجوں کی ضرورت کا احساس جاگتا ہے۔ آدمی اس مہینہ میں زیادہ بڑھے ہوئے جذبہ کے تحت مزید صدقہ و خیرات کرنے لگتا ہے۔ اس طرح روزہ کا مہینہ پورے سماج کے لیے معاشی برکت کا مہینہ بن جاتا ہے۔ روزہ دار سماج سے رزق کی تسلی اٹھالی جاتی ہے۔

روزہ کی برکتیں پہلے رمضان کے مہینہ میں آتی ہیں۔ اس کے بعد برکتوں کا اثر سال کے بقیہ مہینوں میں بھی جاری رہتا ہے۔ رمضان کا مہینہ اگر براہ راست طور پر روزہ کے فوائد و برکات کا مہینہ ہے تو سال کے بقیہ مہینے بالواسطہ طور پر روزہ کے فوائد و برکات کے مہینے۔

## روزہ اور کردار

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلِ بِهِ فَلَيْسَ  
بِلِمٍّ حَاجَةٍ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ  
جس روزہ دار نے جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا  
نہ چھوڑا تو اللہ کو اس کی حاجت نہیں کہ وہ اپنا  
کھانا اور اپنا پینا چھوڑ دے۔  
(رواہ البخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی کی عبادت کی قیمت اس وقت ہے جب کہ اسی کے ساتھ وہ  
جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا چھوڑے ہوئے ہو۔ جو شخص اس طرح عبادت کرے کہ عبادت گزاری  
کے ساتھ وہ جھوٹ بولتا ہو اور جھوٹ پر عمل کرتا ہو تو اس کی عبادت گزاری اللہ کے یہاں قابل قبول  
نہیں ٹھہرے گی۔ اللہ کو بے جھوٹ کا عمل مطلوب ہے نہ کہ وہ عمل جس کے ساتھ جھوٹ شامل ہو۔

اس حدیث میں دو لفظ آئے ہیں۔ ایک ہے جھوٹ بولنا۔ دوسرے جھوٹ پر عمل کرنا۔ جھوٹ  
بولنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنی گفتگو میں اس کی پابندی نہ کرتا ہو کہ وہ ہمیشہ مطابق واقعہ بات کہے۔  
اور جو بات واقعہ کے مطابق نہ ہو اس کو اپنی زبان سے نہ نکالے۔ تاہم صرف وہی شخص جھوٹا نہیں ہے  
جو جان بوجھ کر جھوٹ بولتا ہو، جو پہلے سے طے کیے ہوئے ذہن کے مطابق جھوٹی بات کہے۔ حدیث  
کے مطابق وہ شخص بھی جھوٹا ہے جو خود ارادہ کر کے جھوٹ نہ بولے، مگر وہ ایسی بات کہے جو عملاً ایک  
جھوٹی بات ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سنی ہوئی بات  
کو بلا تحقیق دہرانا بھی جھوٹ ہے:

كُفِيَ بِلِرِّءَ كَذِبَانِ يَحْدِثُ بَعْضُ  
مَا سَمِعَ  
آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ وہ  
جو کچھ سنے اس کو بیان کر لے گا۔

جھوٹ پر عمل کرنا یہ ہے کہ آدمی جھوٹ کو اپنے عمل کی بنیاد بنائے۔ وہ جھوٹا لغو کھڑا کر کے  
قوم کے اوپر لپیٹری حاصل کرے۔ وہ ایک بے بنیاد قصہ گھڑ کر اس کے ذریعہ کسی بندہ خدا کو بدنام  
کرے۔ وہ جھوٹی دستاویز تیار کر کے کسی کی جائداد کو اپنی جائداد بنائے۔ وہ فرضی تقریریں کر کے عوام  
کے درمیان مقبولیت حاصل کرے۔ وہ موجودہ دنیا میں جھوٹ کی بنیاد پر کھڑا ہونے کی  
کوشش کرے نہ کہ سچ کی بنیاد پر۔

روزہ کے بارہ میں بتایا گیا ہے کہ اس کا ثواب عام اعمال سے زیادہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ روزہ میں قربانی کا پہلو شامل ہے۔ روزہ مطلوب اعمال کو قربانی کی سطح پر انجام دینا ہے۔  
 رمضان میں ایک ہفتہ کا روزہ رکھنا اسلام کی ایک خصوصی عبادت ہے اور حدیث میں مختلف طریقوں سے اس کے خصوصی ثواب کو بتایا گیا ہے۔ ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

عن ابن ہریرۃ ، قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : کل عمل من آدم یضاعف الحسنة بعشر امثالها الی سبع مئة ضعف ، قال اللہ تعالیٰ الا الصوم فانه لی وانما اجزی بہ - یدع شہوتہ وطعامہ من اجلی - للصائم فرحتان - فرحة عند فطرہ و فرحة عند لقاء ربہ (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انسان کے ہر عمل کی نیکی دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر روزہ کا معاملہ جدا ہے۔ روزہ میرے لیے ہے، اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ بندہ اپنی خواہش کو اور اپنے کھانے کو میرے لیے چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی روزہ افطار کے وقت، اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملنے کے وقت۔

روزہ کا یہ غیر معمولی فائدہ اس لیے ہے کہ روزہ کی مشقت آدمی کی نفسیات کے اندر غیر معمولی کیفیت پیدا کرتی ہے۔ اس کی زبان سے غیر معمولی انداز کی دعائیں نکلنے لگتی ہیں۔

روزہ میں جب بھوک پیاس ترپاتی ہے تو آدمی کو اپنی بے چارگی یاد آتی ہے۔ وہ مزید اضافہ کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرنے لگتا ہے۔ وہ کہہ اٹھتا ہے کہ خدایا، میں نے تیرے ایک حکم کی تعمیل کی، مگر میں تیرے بہت سے حکموں کی تعمیل نہ کر سکا۔ میں نے ایک دن کا روزہ رکھا مگر میں دوسرے بہت سے مواقع پر ”روزہ“ نہ رکھ سکا۔ تو اپنی رحمت خاص سے مجھے بخش دے۔

جب بندہ کی زبان سے اس قسم کی دعائیں نکلتی ہیں تو خدا کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ اس کے بعد ”دس گنا“ اور ”سات سو گنا“ کی حد کو توڑ کر اس کے ثواب کو بے حساب گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔

عبادت کا عمل دنیا میں کیا جاتا ہے اور اس کا اجر آخرت میں ملتا ہے مگر روزہ استثنائی طور پر ایک ایسی عبادت ہے جس کے اجر کا تجربہ اسی دنیا میں کر دیا جاتا ہے۔ افطار گویا روزہ کے اجر کا ابتدائی تجربہ ہے اور آخرت کا بے اندازہ ثواب اس کا انتہائی تجربہ۔

## احتسابِ خویش

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا (۱۹۸۳) میں روزہ (فاسٹنگ) کے باب کے تحت مختلف مذہبوں میں روزہ کا تصور بتایا گیا ہے اور ان کا باہمی تقابل کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں اسلامی روزہ کا تذکرہ بھی ہے۔ اس میں اسلامی روزہ کے بارہ میں یہ الفاظ درج ہیں ————— رمضان کا مہینہ اسلام میں توبہ کے زمانہ کے طور پر منایا جاتا ہے اور اس میں صبح سے شام تک کھانے پینے سے مکمل پرہیز کیا جاتا ہے :

The month of Ramadan in Islam is observed as a period of penitence and total fasting from dawn to dusk. (vol. IV, p.62).

توبہ کی حقیقت احتساب ہے۔ مومن کے لیے اس کی بے حد اہمیت ہے۔ تاہم توبہ یا احتساب اسلام میں کوئی زمانی یا دوری چیز نہیں۔ توبہ کا تعلق کسی خاص دن یا کسی خاص مہینہ سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق مومن کی پوری زندگی سے ہے۔ البتہ یہ کہنا درست ہو گا کہ رمضان کے مہینہ میں آدمی کے اندر توبہ و استغفار کا احساس عام دنوں کے مقابلہ میں زیادہ شدید ہو جاتا ہے۔

توبہ کے لفظی معنی پلٹنے کے ہیں۔ شرعی اصطلاح کے مطابق، توبہ کا مطلب یہ ہے کہ بتہ اپنے رب سے منحرف ہونے کے بعد دوبارہ اس کی طرف پلٹ آئے۔

یہ توبہ مومن کی ایک عمومی صفت ہے۔ اس کا تعلق صرف بڑے گناہوں سے نہیں ہے بلکہ چھوٹی چھوٹی گناہوں سے بھی ہے۔ آدمی کی حساسیت جتنی زیادہ بڑھی ہوئی ہوگی، اتنا ہی زیادہ اس کے اندر توبہ کا جذبہ ابھرے گا۔ حتیٰ کہ اگر اس کی زبان سے کسی کے بارہ میں نامناسب کلمہ نکل جائے تو اس پر بھی وہ تڑپ اٹھے گا اور اس کے فوراً بعد اپنی کوتاہی کی تلافی کی طرف دوڑ پڑے گا۔

روزہ کا زمانہ چونکہ مومن کی حساسیت میں اضافہ کر دیتا ہے، اس لیے روزہ میں توبہ کا احساس بھی عام دنوں کے مقابلہ میں زیادہ جاگ اٹھتا ہے۔ بھوک اور پیاس سے آدمی کے اندر عجز کی کیفیت بڑھتی ہے۔ اور جب آدمی کے اندر عجز کی کیفیت بڑھتی ہے تو اسی نسبت سے توبہ کی کیفیت بھی اس کے اندر پہلے سے زیادہ پیدا ہو جاتی ہے۔

روزہ کا مقصد یہ ہے کہ آدمی کے عمل میں کیفی (qualitative) اضافہ کیا جائے یہ خارجی تدبیر کے ذریعہ اندرونی احساسات کو بیدار کرنا ہے۔

رمضان کے مہینہ کو حدیث میں صبر کا مہینہ (شہر الصبر) کہا گیا ہے۔ قرآن کے مطابق رمضان کا مہینہ تقویٰ کے لیے مقرر کیا گیا ہے (البقرہ ۱۸۳)۔ اس کا مطلب کیا ہے۔ صبر اور تقویٰ دین کے وہ تقاضے ہیں جو ہر روز اور سارے سال مطلوب ہیں۔ پھر ان کو رمضان کے مہینہ کے ساتھ کیوں خاص کیا گیا۔

اس کی وجہ رمضان کے مہینہ کی تربیتی اہمیت ہے۔ تقویٰ اور صبر دین کا عمومی کلم ہے۔ وہ ہر مسلمان سے پورے سال اور پوری زندگی کے لیے مطلوب ہے۔ اسی عمومی مطلوب کو ایک مہینہ میں خصوصی شدت اور اہتمام کے ساتھ ادا کرایا جاتا ہے تاکہ وہ لوگوں کے مزاج میں داخل ہو جائے۔ لوگ نفیاتی طور پر اس قابل ہو جائیں کہ وہ سال کے بقیہ مہینوں میں اس کو اپنی زندگی کے معاملات میں برتتے رہیں۔

رمضان کے مہینہ میں ایک مقرر نظام کے تحت یہ کوشش کی جاتی ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اللہ کا خوف ابھرے۔ ان کے اندر یہ مزاج پیدا ہو کہ وہ اس دنیا میں صبر اور تقویٰ کے ساتھ رہنا سیکھیں۔ یعنی خواہش کے باوجود ایک چیز کو نہ کھائیں۔ نفس کے تقاضے کے باوجود ایک کام کو نہ کریں۔ وہ ہر حال میں دین کے تقاضوں پر قائم رہیں، خواہ اس کی خاطر انہیں ناموافق باتوں کو برداشت کرنا پڑے۔ خواہ اس کی خاطر انہیں وہ چیز چھوڑنا ہو جس کو چھوڑنا انہیں کسی حال میں پسند نہیں۔

رمضان کا مہینہ اسی شعور اور اسی احساس کو جگانے کے لیے ایک قسم کا ہنگامی کورس ہے۔ سال کے ایک مہینہ میں صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک ایک مقرر نظام کے تحت لوگوں کو عبادت اور اطاعت کے کاموں میں مشغول رکھا جاتا ہے۔ اس طرح آدمی کے اندر یہ احساس زندہ کیا جاتا ہے کہ وہ خدا کے بتائے ہوئے وقت پر سوئے اور خدا کے بتائے ہوئے وقت پر جاگے۔ وہ خدا کے حکم سے کھائے اور خدا کے حکم سے نہ کھائے۔ وہ خدا کے کہنے سے کمرے اور خدا کے روکنے سے ٹک جائے۔ یہ چیزیں ایک بندہ سے ہر روز مطلوب ہیں۔ مگر چند خاص دنوں میں ان کو نظام کے زور پر کرایا جاتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ سے وہ اس قابل ہو جائے کہ بعد کے دنوں میں وہ ان کو اپنی طبیعت کے زور پر کر سکے۔



## صبر کا ہمینہ

البیہقی نے ”شعب الایمان“ میں سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت رمضان سے متعلق نقل کی ہے۔ اس کے مطابق، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخر میں خطبہ دیا۔ اس میں آپ نے ماہ رمضان کا تذکرہ کیا اور فرمایا: **هو شهر الصبر والصبر ثوابه الجنة (وہ صبر کا ہمینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے) حقیقت یہ ہے کہ روزہ صبر کی تربیت ہے اور صبر تمام کامیابیوں کا ذریعہ۔**

دین میں سب سے پہلی چیز ایمان ہے۔ ایمان کیا ہے۔ ایمان غیبی حقیقت کی دریافت ہے۔ آدمی اپنے آپ کو ظاہری فائدوں اور مادی رونقوں سے اوپر اٹھاتا ہے تب اس کو باطنی گہدائیوں کا ادراک ہوتا ہے۔ یہ ایک صابرانہ عمل ہے۔ اس صابرانہ عمل کے بغیر کسی کو ایمان کی اعلیٰ معرفت حاصل نہیں ہوتی۔ اس دنیا میں کوئی شخص ذہنی برداشت سے گزر کر ہی ذہنی یافتہ تک پہنچتا ہے۔

مومن سے یہ مطلوب ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان اسلامی اخلاق کے ساتھ رہے۔ یہاں دوبارہ صبر کی ضرورت ہے۔ یہ دنیا ایسی دنیا ہے جہاں دوسروں کی طرف سے بار بار زیادتی کا تجربہ ہوتا ہے ایسی حالت میں لوگوں کے ساتھ اسلامی اخلاق کا معاملہ وہی شخص کر سکتا ہے جو لوگوں کی زیادتیوں کو برداشت کرے۔ اسلامی اخلاق یک طرفہ صبر سلوک کا نام ہے، اور صبر کے بغیر یک طرفہ صبر سلوک کا ثبوت دینا کسی کے لیے ممکن نہیں۔

مومن ایک داعی انسان ہوتا ہے۔ مومن کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ دوسرے بندگان خدا کے دین کا پیغام پہنچائے۔ دعوت کا یہ کام صبر کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ دعوتی عمل کے لیے ضروری ہے کہ داعی اور مدعو کے درمیان معتدل فضا پائی جائے۔ مدعو سے یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ اس قسم کی معتدل فضا پیدا کرے گا۔ اس لیے داعی کو یہ ذمہ داری لبینی پڑتی ہے کہ وہ مدعو کی طرف سے پیش آنے والی تمینوں کو نظر انداز کرے تاکہ دعوت کا ماحول بگڑنے نہ پائے۔ اور تمینوں کو نظر انداز کرنے کا یہ معاملہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ آدمی صبر کی سطح پر جینے کے لیے تیار ہو۔

روزہ کا ہمینہ اسی صبر کی تربیت کا ہمینہ ہے۔ اور صبر وہ اعلیٰ انسانی صفت ہے جس میں دنیا اور آخرت کی تمام کامیابیوں کا راز چھپا ہوا ہے۔

روزہ قربانی کا عمل ہے اور قربانی کا عمل سب سے زیادہ اعلیٰ عمل ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں روزہ کی اس امتیازی خصوصیت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے :

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ عَمَلٍ ابْنِ آدَمَ يُصْنَعُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، يَدْعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِي، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ: فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهِ، وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ. (متفق عليه)

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ابن آدم کا ہر نیک عمل دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ بندہ اپنی شہوت کو اور اپنے کھانے کو میرے لیے چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشی ہے۔ ایک خوشی افطار کے وقت اور دوسری خوشی اس وقت جب وہ اپنے رب سے ملے گا۔

روزہ عام عبادت سے الگ ایک عبادت ہے۔ روزہ میں آدمی اپنی جائز خواہش کو اور اپنے جائز کھانے کو اللہ کی خاطر چھوڑ دیتا ہے۔ گویا روزہ دار روزہ رکھ کر اپنے اس عزم کا اظہار کرتا ہے کہ اللہ کی خاطر اگر اس کو انتہائی ضروری اور جائز چیزوں سے جدائی اختیار کرنا پڑے تو اس سے بھی وہ دریغ نہیں کرے گا۔ روزہ کی یہی وہ امتیازی خصوصیت ہے جس کی بنا پر اس کا امتیازی ثواب رکھا گیا ہے۔ موجودہ دنیا میں حق پرست بننے کے لیے صرف یہی کافی نہیں کہ آدمی غلط اور صحیح کے درمیان تمیز کرتا ہو۔ مختلف حالات کے اعتبار سے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ممنوعات کی فہرست مزید وسیع ہو جاتی ہے۔ کبھی ضروری ہو جاتا ہے کہ آدمی کھانا پینا بھول کر اپنی ڈیوٹی انجام دے۔ وہ عمل کے بجائے اعراض کا طریقہ اختیار کرے۔ وہ کرنے کا جذبہ رکھتے ہوئے بھی نہ کرے۔ الفاظ رکھتے ہوئے وہ نہ بولے اور پاؤں رکھتے ہوئے وہ نہ چلے۔ ایک کام کو نیک ہر صحیح سمجھتے ہوئے بھی اس کی طرف اقدام کرنے سے باز رہے۔

روزہ اسی قربانی کا سبق ہے۔ اس دنیا میں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک جائز چیز بھی آدمی کے لیے ناجائز بن جاتی ہے۔ اور ایک مطلوب چیز بھی نامطلوب کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ یہ ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے۔ جو لوگ اس اعلیٰ ایمانی درجہ پر پورے اتریں ان کے لیے اللہ کے یہاں اتنا بڑا اجر ہے جس کا نہ کوئی شمار ہے اور نہ کوئی حساب۔

## جدوجہد کی تربیت

رمضان کے مہینہ کو حدیث میں صبر کا مہینہ (شہر الصبر) کہا گیا ہے۔ صبر و استقامت بلاشبہ زندگی کی سب سے بڑی طاقت ہے۔ یہی تمام فتوحات اور کامیابیوں کا راز ہے۔ حقیقی روزہ صبر کی صفت پیدا کرتا ہے اور صبری وہ چیز ہے جو تمام اعلیٰ کامیابیوں کا دروازہ ہے۔

روزہ کے لیے عربی لفظ صوم ہے۔ صوم کے اصل معنی میں رکنا۔ صائم کے معنی میں رکنے والا۔ قدیم زمانہ میں مشکل اوقات میں گھوڑا انسان کا سب سے بڑا ساتھی تھا۔ جنگ اور سخت قسم کے سفر میں وہ انسان کے کام آتا تھا۔ اس مقصد کے لیے تربیت دینے کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ گھوڑے کو محدود مدت کے لیے بھوکا پیاسا رکھا جائے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ سختی کو برداشت کر سکے۔ اس طرح کے تربیت یافتہ گھوڑے کو خیل صائم (روزہ دار گھوڑا) کہتے تھے۔ نابھہ نے میدان جنگ کی تصویر کشی میں گھوڑوں کے بارہ میں کہا ہے کہ کچھ گھوڑے روزہ والے تھے اور کچھ گھوڑے بنیصر روزہ والے :

خیلٌ صیامٌ وَ خیلٌ غیرُ صائمۃ

اس طرح انسان صائم سے مراد وہ انسان ہے جو کھانے پینے اور ازدواجی تعلقات سے وقتی طور پر رک جائے۔ یہ رکنا اور پرہیز کرنا آدمی کے اندر برداشت کی صلاحیت پیدا کرتا ہے، وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ جب سختیاں پیش آئیں تو وہ ان کے مقابلہ میں پوری طرح جم سکے۔

رمضان کا مہینہ آدمی کے لیے اپنے نفس اور اپنی خواہشات سے لڑنے کا مہینہ ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جب کہ مومن شیطانی طاقتوں کو زیر کر کے ان کے اوپر تہماتا ہے اور دوبارہ خدا کی بندگی کا عزم لے کر نئے سال میں داخل ہوتا ہے۔

تاریخ حیرت انگیز طور پر روزہ کی اس خصوصیت کی تصدیق کرتی ہے۔ چنانچہ روحانی مقابلہ کا یہ مہینہ اسلام کی تاریخ میں فوجی مقابلہ کا مہینہ بھی رہا ہے۔ اسلام اور غیر اسلام کے کئی بڑے بڑے معرکے اسی مہینہ میں پیش آئے۔ مثال کے طور پر ان میں سے چند معرکوں کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے :

- ۱۔ غزوہ بدر (رمضان ۲ھ)
- ۲۔ جب کہ رسول اور اصحاب رسول کو قریش کے اوپر فیصلہ کن فتح حاصل ہوئی۔
- ۳۔ فتح مکہ (رمضان ۸ھ) جس نے پورے عرب پر اسلام کو غالب کر دیا۔
- ۴۔ غزوہ تبوک (رمضان ۹ھ) جس نے رومیوں کے اوپر اہل اسلام کی دھاک قائم کر دی۔
- ۵۔ غزوہ تبوک رجب میں شروع ہو کر رمضان میں ختم ہوا۔
- ۶۔ فلسطین (رمضان ۱۵ھ) عمرو بن العاص نے فلسطین کو فتح کر کے بیت المقدس کو اسلام کے حدود سلطنت میں شامل کیا۔
- ۷۔ معرکہ اسپین (رمضان ۹۱ھ) جب کہ طارق بن زیاد نے اسپین میں کامیاب پیش قدمی کی۔
- ۸۔ سندھ (رمضان ۹۶ھ) محمد بن قاسم سندھ میں داخل ہوئے اور وہاں اسلام کو پھیلایا۔
- ۹۔ دولت اندلس (رمضان ۱۳۸ھ) عبدالرحمن الداخل اندلس میں داخل ہوئے اور وہاں باقاعدہ دولت امویہ قائم کی۔
- ۱۰۔ صقلیہ (رمضان ۲۱۲ھ) زیاد بن الاغلب نے جزیرہ صقلیہ کو فتح کیا۔
- ۱۱۔ حروب صلیبیہ (رمضان ۵۸۴ھ) حطین کی مشہور جنگ میں صلاح الدین ایوبی نے صلیبی طاقتوں پر فتح حاصل کی۔
- ۱۲۔ معرکہ عین جالوت (رمضان ۶۵۸ھ) جس نے تاتاریوں کو شکست دے کر مسلم دنیا میں ان کی پیش قدمی کو روک دیا۔
- ۱۳۔ معرکہ سونز (رمضان ۱۳۹۳ھ) جب کہ مصری فوجوں نے اسرائیلی فوجوں کو شکست دے کر نہر سونز پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔
- ۱۴۔ اس قسم کے تاریخی واقعات بتاتے ہیں کہ روزہ اور جدوجہد حیات میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ روزہ کی مشقت آدمی کو کمزور نہیں کرتی۔ بلکہ وہ اُس کو اس قابل بناتی ہے کہ زندگی کے معرکہ میں وہ زیادہ قوت اور طاقت کے ساتھ حصہ لے سکے۔

## روزہ کی حقیقت

غالباً ۱۹۴۳ء کی بات ہے۔ گورکھ پور میں ایک بڑے مسلم افسر ہا کرتے تھے۔ رمضان کے مہینے میں کچھ روز کے لئے ان کے یہاں بٹھرنے کا اتفاق ہوا۔ ان کے جنگل کے سامنے ایک علیحدہ مٹیک بنی ہوئی تھی۔ میں نے دیکھا کہ روزانہ صبح کو ایک ”حافظ صاحب“ قرآن فیض میں لئے ہوئے آتے ہیں۔ کچھ دیر بیٹھ کر تلاوت کرتے ہیں، پھر واپس چلے جاتے ہیں۔ ”یہ کون صاحب ہیں جو روزانہ صبح کو یہاں آتے ہیں؟“ کئی روز تک بیٹھ کر دیکھنے کے بعد میں نے صاحب خانہ سے پوچھا۔ میرا سوال سن کر پہلے وہ ہنسنے لگے پھر جواب دیا: ”بات یہ ہے کہ میں روزہ نہیں رکھ پاتا۔ اس لئے میں نے حافظ صاحب کو مقرر کر دیا ہے کہ وہ رمضان کے پورے مہینے میں میرے یہاں آکر قرآن پاک کی تلاوت کر دیا کریں۔ مہینہ کے ختم پر ان کی کچھ خدمت کر دوں گا

یہ ایک ”بے روزہ دار“ کا قصہ تھا۔ اب روزہ داروں کو دیکھئے۔ ایک بار میں نے اذان کی آواز آنے سے پہلے گھڑی دیکھ کر اظہار کر دیا کبھی لوگ بخیرگی سے اس شبہ میں پڑ گئے کہ میرا روزہ نہیں ہوا۔ آج کل کے روزہ داروں کا حال یہ ہے کہ وہ اس کا سخت اہتمام کریں کہ طلوع سحر سے کچھ منٹ پہلے کھانا پینا بند کر دیں اور غروب آفتاب کے کچھ منٹ بعد افطار شروع کریں۔ اس کا نام انھوں نے ”احتیاط“ رکھا ہے۔ ایک طرف اوقات روزہ میں احتیاط کا یہ عالم کہ سحری میں تعبیل اور افطار میں تاخیر کی حد تک اس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ صریح طور پر سنت کے خلاف ہے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ میری امت اس وقت تک خیر پر رہے گی جب تک وہ افطار میں تعبیل (جلدی کرتی رہے گی)۔ دوسری طرف مقاصد روزہ میں بے احتیاطی کا یہ حال ہے کہ وہ اس کو ضروری نہیں سمجھتے کہ روزہ رکھ کر کسی کی برائی نہ کریں، کسی سے جھگڑا نہ کریں، صفحہ سے جھوٹ بات نہ نکالیں۔ حالانکہ حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص روزہ رکھ کر جھوٹ بات کرے تو اس کا روزہ روزہ نہیں۔ اسی طرح دوسری حدیث میں ہے کہ کوئی روزہ دار کسی مسلمان کی غیبت کرے تو گویا اس نے خدا کی حلال کی ہوئی چیز سے روزہ رکھا اور اس کی حرام کی ہوئی چیز سے اظہار کر لیا۔

یہ دونوں واقعات نظر اہر ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں۔ ایک جگہ روزہ داری ہے، دوسری جگہ بے روزہ داری۔ لیکن گہرائی کے ساتھ دیکھئے تو دونوں کی شعوری سطح ایک نظر آئے گی۔ دونوں عبادت یا روزہ کو ایک قسم کا رسمی عمل سمجھ رہے ہیں نہ کہ ایک ایسا عمل جو انسان کی اندرونی گہرائیوں سے نکلتا ہے، جو اس کے پورے وجود کا نمائندہ ہوتا ہے۔

عبادت کا ایک مطلب یہ ہے کہ وہ ایک زندہ عمل ہو۔ دوسرا یہ کہ وہ محض ایک رسم ہو۔ زندہ عمل آدمی کے پورے وجود سے نکلتا ہے۔ وہ اس کی مکمل ہستی کا ایک اظہار ہوتا ہے۔ اس کے عکس رسم کی حیثیت محض ایک بے روح خارجی عمل کی ہوتی ہے۔ آدمی قلب و روح کو اس میں شامل کئے بغیر ادب پر اسے انجام دے دیتا ہے۔ مثال کے طور پر تنہائیوں میں اللہ کو یاد کر کے روزانہ ایک عبادت ہے جب کہ اپنے دنیوی دھندلوں میں مشغول رہتے ہوئے ”تسبیح کے دانوں پر“ ”اللہ اللہ“ شمار کرنا محض ایک رسم ہے۔ تنہائی میں مومن کی آنکھ سے جو آنسو نکلے ہیں وہ اس کی پوری ہستی کا پتھر ہوتا ہے جس کے لفظ ”اللہ“ کو شمار کرنے والا صرف یہ کرتا ہے کہ بلا شکر کے دانوں کو مقررہ تعداد میں دھکا دے گا اور اپنے مشغول میں مصروف رہتے ہوئے محض انگلیوں کی حرکت اور اس کو گنتا رہتا ہے۔ زندہ عمل میں آدمی اور اس کے عمل کے درمیان گہرا نفسیاتی ربط ہوتا ہے جب کہ رسم میں دونوں کے درمیان اس قسم کا کوئی ربط نہیں ہوتا۔

## دعا اور روزہ

روزہ کا حکم دیتے ہوئے قرآن میں دعا کا ذکر ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ روزہ اور دعا میں خاص تعلق ہے۔ روزہ آدمی کو موثر انداز میں دعا کرنے والا بناتا ہے :

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ۔ اور جب میرے بندے تم سے میری بابت پوچھیں تو اجیبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَا۔ میں نزدیک ہوں۔ پکارنے والے کی پکار کا جواب فليستعجبوا لِمَا وَلِيُوا مِنْ أَمْرٍ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ (البقرہ ۱۸۶) تاکہ وہ ہدایت پائیں۔

روزہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے صبر کا عمل ہے۔ صبر کیا ہے۔ صبر یہ ہے کہ آدمی حکم الہی کی تعمیل میں پیش آنے والی مشکلات کو برداشت کرے۔ وہ برداشت کی قیمت پر اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار بنے۔ یہ صبر و برداشت ہی وہ چیز ہے جس سے آدمی اس قلبی حالت کو پہنچتا ہے جو اس کو خدا سے قرب کا تجربہ کرائے۔ اس کے بعد ہی آدمی کی زبان سے وہ پُر اثر کلمات نکلتے ہیں جو خدا کے یہاں قبولیت کے مستحق ٹھہریں۔ صبر ہی وہ زمین ہے جس سے دعا کا مبارک پودا اگتا ہے۔

اس دنیا میں وہی شخص اللہ کو پاتا ہے جو اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کرے، اور اللہ تک اسی شخص کے الفاظ پہنچتے ہیں جس نے اپنی روح کے تاروں کو اللہ سے ملا رکھا ہو۔ اللہ سے قربت کشیف روحوں کو حاصل نہیں ہوتی۔ یہ خوش نصیبی صرف اس شخص کے لیے مقدر ہے جو اپنے اندر لطیف روح کا سرمایہ رکھتا ہو۔

دعا صرف ایک لفظی عمل نہیں۔ اپنی حقیقت کے اعتبار سے وہ ایک قلبی عمل ہے۔ قلب کے اندر جتنی زیادہ صلاحیت ابھرے گی اتنا ہی زیادہ اثر انگیز دعا آدمی کی زبان سے نکلی گی۔ اسی سے روزہ اور دعا کا ربط معلوم ہوتا ہے۔ روزہ آدمی کے قلب کی استعداد کو بڑھاتا ہے۔ اور جب قلب کی استعداد بڑھتی ہے تو اس سے جو دعا نکلتی ہے وہ بھی عام دعاؤں سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے۔

حقیقی روزہ وہ ہے جو حقیقی دعائیں ڈھل جائے۔ جو روزہ داری کے احساسات کو آدمی کی دعائیں شامل کر دے۔

امام احمد اور امام الترمذی نے ایک روایت نقل کی ہے۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

عَرْضٌ عَلَى رَجُلٍ لِيَجْعَلَ لِي بَطْحَاءً مَكَّةَ  
 ذَهَبًا - فَقُلْتُ لَا يَا رَبِّ - وَلَكِنْ أَشْبَعُ  
 يَوْمًا وَأَجُوعُ يَوْمًا - فَذَا جَعْتُ  
 تَضُرُّعُ إِلَيْكَ وَذَكَرْتُكَ  
 وَإِذَا شَبِعْتُ حَمَدْتُكَ وَ  
 شَكَرْتُكَ (مشكاة المصابيح ۳/۱۳۲)

میرے رب نے مجھ کو یہ پیش کش کی کہ میرے لیے مکہ کی وادی کو سونا بنا دے۔ میں نے کہا کہ اے میرے رب، نہیں۔ بلکہ میں چاہتا ہوں کہ میں ایک دن کھاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں۔ پھر جب مجھے بھوک لگے تو میں تیری طرف تضرع کروں اور تجھ کو یاد کروں اور جب میں کھاؤں تو میں تیری تعریف کروں اور تیرا شکر کروں۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حالات کے بغیر کیفیات پیدا نہیں ہوتیں۔ یہ ضروری ہے کہ آدمی کے اوپر مختلف حالات گزریں تاکہ اس کے دوران آدمی کے اندر مطلوب کیفیات پیدا ہوں۔ حالات نہیں تو کیفیات بھی نہیں۔

آدمی کو جب بھوک پیاس ستائے تو اس کو اپنے عجز کا احساس ہوتا ہے۔ اس کے اندر اللہ کی طرف جھکاؤ پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر جب وہ پانی پیتا ہے اور کھانا کھاتا ہے تو اس کی روح کو سیر حاصل ہوتی ہے۔ اس کے دل سے شکر اور حمد کے جذبات امنڈ پڑتے ہیں۔

روزہ کا مقصد یہ ہے کہ آدمی پر بھوک پیاس کے حالات طاری کر کے اس کے اندر انابت کی کیفیت پیدا کرے۔ یہی انابت دعا کی روح ہے۔ جب آدمی کے اندر انابت ابھرتی ہے اسی وقت اس کے اندر سے وہ دعا نکلتی ہے جو سیدھی عرش الہی تک پہنچ جائے۔

## روزہ اور عید

حدیث میں آیا ہے کہ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی افطار کے وقت، اور ایک خوشی اس وقت جب کہ وہ اپنے رب سے ملے گا (للمصائم فرحتان فرحة عند فطره و فرحة عند لقاء ربه، متفق علیہ)

روزہ میں آدمی صبح سے شام تک بھوک اور پیاس کو برداشت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہوتا ہے اور وہ روزہ توڑ کر کھانا کھاتا ہے اور پانی پیتا ہے۔ اس وقت آدمی کی وہ حالت ہو جاتی ہے جس کے بارہ میں حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں: ذهب الظما وابتلت العروق وثبت الاجر انشاء الله تعالیٰ (پیاس چلی گئی اور رگیں تر ہو گئیں اور اجر ثابت ہو گیا، انشاء اللہ)

روزہ اور افطار دونوں دو مختلف تجربے ہیں۔ اس اعتبار سے وہ دنیا کی اور آخرت کی تشکیل ہیں۔ دنیا میں آدمی پابندیوں اور ذمہ داریوں میں بندھا ہوا ہے۔ آخرت میں وہ خوشیوں اور لذتوں سے محظوظ ہونے کے لئے آزاد کر دیا جائے گا۔ اس طرح روزہ کا وقت گویا دنیا کی علامت ہے، اور افطار کا وقت آخرت کی علامت۔ رمضان کا مہینہ دنیا کی زندگی کو بتا رہا ہے، اور عید، جو زیادہ بڑے افطار کا دن ہے۔ آخرت کی زندگی کا تعارف کراتی ہے۔

آدمی کو چاہئے کہ رمضان کے دنوں میں جب وہ روزہ رکھے تو روزہ اس کے لئے دنیوی زندگی کی پہچان بن جائے۔ روزہ کی حالت میں اس کی نفسیات یہ ہو کہ جس طرح میں نے کھانے اور پینے سے اپنے آپ کو روکا ہے، اسی طرح مجھے خدا کی منہ کی ہوئی تمام چیزوں سے رکے رہنا ہے۔ اس دنیا میں مجھے عہد ایک روزہ دار زندگی گزارنا ہے۔

اس کے بعد جب شام ہو اور وہ روزہ ختم کر کے افطار کرے تو اس کا احساس یہ ہو کہ گویا وہ عالم آخرت میں پہنچ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی جہانی کی جا رہی ہے۔ آنسوؤں کی بارش میں وہ ہکا بھکا کہہ رہا ہے، میں نے تیری خاطر "روزہ" رکھا، اب تو میرے لئے "افطار" کی زندگی لکھ دے۔ میں نے تیرے لئے رمضان کو پورا کیا، اب تو میرے اوپر ابدی عید کی لامحدود نعمتوں کے دروازے کھول دے۔ مومن کے لئے روزہ، دنیا کی زندگی کا تجربہ ہے اور افطار، آخرت کی زندگی کا تجربہ۔



رمضان کا مہینہ ختم ہونے کے فوراً بعد عید کا دن آتا ہے۔ یہ ترتیب بہت با معنی ہے۔ یہ گویا مومن کی زندگی کے دو مرحلوں کا علامتی تعارف ہے۔

روزہ ہماری دنیا کی زندگی کی علامت ہے اور عید ہماری آخرت کی زندگی کی علامت۔ روزہ گویا امتحان ہے اور عید اس کا انجام۔ روزہ پابندیوں کا مرحلہ ہے اور عید آزادی کا مرحلہ۔ روزہ مشقت اور محنت کا دور ہے اور عید آرام اور خوشی کا دور۔

روزہ میں صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک کی ساری زندگی طرح طرح کی پابندیوں میں گزرتی ہے۔ یہ کرو اور وہ نہ کرو، اس وقت کھاؤ اور اس وقت نہ کھاؤ، کب سوؤ اور کب بستر سے اٹھ جاؤ۔ غرض پورا ایک مہینہ اس طرح گزارا جاتا ہے گویا کہ آدمی کی پوری زندگی دوسرے کے قبضہ میں ہے۔ آدمی کو اپنی مرضی پر نہیں بلکہ دوسرے کی مرضی پر چلنا ہے۔ اس طرح روزہ آدمی کو یہ سبق دیتا ہے کہ وہ دنیا میں اس طرح رہے کہ وہ اپنے آپ کو پوری طرح خدا کی نگرانی میں دے ہوئے ہو، وہ ہر معاملہ میں خدا کے حکموں کی پابندی کر رہا ہو۔

اس طرح کے ایک پر مشقت مہینہ کے بعد عید کا دن آتا ہے۔ عید کے دن اچانک تمام حکام بدل جاتے ہیں۔ پہلے روزہ رکھنا فرض تھا، اب روزہ رکھنا حرام ہے۔ پہلے لازمی ضرورتوں تک پر پابندی لگی ہوتی تھی، اب کہہ دیا گیا کہ آزادی سے کھو پھرو اور خوشیاں مناؤ۔ حتیٰ کہ غریبوں کے لئے صاحب حیثیت لوگوں پر صدقہ فطر مقرر کیا گیا تاکہ وہ بھی آج کے دن کی خوشیوں سے محروم نہ رہیں۔ یہ گویا آخرت کی زندگی کی ایک تصویر ہے۔ یہ اس دن کو یاد دلانا ہے جب کہ خدا کے سچے بندوں پر سے ہر قسم کی پابندیاں اٹھالی جائیں گی۔ وہ ابدی آرام اور ابدی خوشی کی جنتوں میں داخل کر دئے جائیں گے، خواہ آج وہ ظالمینوں کو کمزور اور بے قیمت کیوں نہ نظر آتے ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ روزہ اور عید ہماری زندگی کے دو مرحلوں کی یاد دلانے کے لئے ہیں۔ روزہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ دنیا کے مرحلہ میں ہمیں کس طرح رہنا ہے۔ اور عید ہم کو بتاتی ہے کہ آخرت کے آنے والے مرحلہ میں ہماری زندگی کیسی زندگی ہوگی۔ ایک دنیا کی زندگی کی ابتدائی علامت ہے اور دوسری آخرت کی زندگی کی ابتدائی علامت۔

## عید الفطر

عید کا دن روزہ کے مہینہ کے فوراً بعد آتا ہے ایک مہینہ کی روزہ دارانہ زندگی گزارنے کے بعد مسلمان آزادی کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں۔ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے دو رکعت نماز اجتماعی طور پر پڑھتے ہیں۔ آپس میں ملے ہیں اور خوشی مناتے ہیں۔ صدقہ و خیرات کے ذریعہ غریب لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ یہ سب چیزیں عید کی اسپرٹ کو بتاتی ہیں۔ عید کی اسپرٹ اللہ کو یاد کرنا ہے۔ اپنی خوشیوں کے ساتھ لوگوں کی خوشیوں میں شریک ہونا ہے۔ اپنے مقصد کو حاصل کرتے ہوئے دوسروں کے حقوق ادا کرنا ہے۔ اس بات کے لیے عمل کرنا ہے کہ خدا کی دنیا ساری انسانیت کے لیے خوشیوں کی دنیا بن جائے۔ روزہ کا مہینہ گویا تیاری اور احتساب کا مہینہ تھا۔ اس کے بعد عید کا دن گویا نئے عزم اور نئے شعور کے ساتھ زندگی کے آغاز کا دن ہے۔ عید کا دن دوبارہ نئے حوصلوں کے ساتھ مستقبل کی طرف اپنا سفر شروع کرنے کا دن ہے۔ روزہ اگر ٹھہراؤ تھا تو عید ٹھہراؤ کے بعد آگے کی طرف اقدام۔

روزہ ایک اعتبار سے سٹپے کا لمحہ تھا۔ اور عید از سر نو پھیلنے اور آگے بڑھنے کا لمحہ۔ روزہ میں آدمی دنیا سے اور دنیا کی چیزوں سے ایک محدود مدت کے لیے کٹ گیا تھا۔ حتیٰ کہ اس نے اپنی فطری ضرورتوں تک پر پابندی لگا دی تھی۔ یہ دراصل تیاری کا وقفہ تھا۔

اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ باہر دیکھنے کے بجائے اپنے اندر کی طرف دھیان دے۔ وہ اپنے آپ میں وہ ضروری اوصاف پیدا کرے جو زندگی کی جدوجہد کے دوران اس کے لیے ضروری ہیں اور جن کے بغیر وہ کاروبار حیات میں مفید طور پر اپنا حصہ ادا نہیں کر سکتا۔ مثلاً صبر و برداشت، اپنی واجبی حد کے اندر رہنا، منفی نفسیات سے اپنے آپ کو بچانا۔ اس قسم کا ایک پُر مشقت تربیتی مہینہ گزار کر وہ دوبارہ زندگی کے میدان میں واپس آیا ہے اور عید کے تیوہار کی صورت میں وہ اپنی زندگی کے اس نئے دور کا افتتاح کر رہا ہے۔

اس طرح عید کا دن مسلمانوں کے لیے آغازِ حیات کا دن ہے۔ روزہ نے آدمی کے اندر جو اعلیٰ صفات پیدا کی ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اب وہ سماج کا زیادہ بہتر ممبر بن جاتا ہے۔ اب وہ اپنے لیے بھی پہلے سے بہتر انسان ہوتا ہے اور دوسروں کے لیے بھی پہلے سے بہتر انسان۔

روزہ میں آدمی نے بھوک پیاس برداشت کی تھی، اب باہر آکر وہ لوگوں کی طرف سے پیش آنے والی ناخوشگوار یوں کو برداشت کرتا ہے۔ روزہ میں اس نے اپنے سونے اور جاگنے کے معمولات کو بدلاتھا، اب وہ وسیع تر انسانی مفاد کے لیے اپنی خواہشوں کو قربان کرتا ہے۔ روزہ میں اس نے عام دنوں سے زیادہ خرچ کیا تھا، اب باہر آکر وہ اپنے واقعی حق سے زیادہ لوگوں کو دینے کی کوشش کرتا ہے۔ روزہ میں وہ بندوں سے کٹ کر خدا کی طرف متوجہ ہوا تھا، اب باہر آکر وہ سطحی چیزوں میں الجھنے کے بجائے بلند مقصد کے لیے متحرک ہوتا ہے۔ روزہ میں وہ اپنی خواہش کو روکنے پر راضی ہوا تھا، اب باہر کی دنیا میں وہ یہ کرتا ہے کہ وہ اپنے حقوق سے زیادہ اپنی ذمہ داریوں پر نظر رکھنے والا بن جاتا ہے۔

روزہ سال کے ایک مہینہ کا معاملہ تھا تو عید سال کے گیارہ مہینہ کی علامت ہے۔ روزہ میں صبر، عبادت، تلاوت قرآن اور ذکر الہی کے مشاغل تھے، اب عید سے جدوجہد حیات کا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔ روزہ اگر انفرادی سطح پر زندگی کا تجربہ تھا تو عید اجتماعی سطح پر زندگی میں شریک ہونا ہے۔ روزہ اگر اپنے آپ کو خدا کے نور سے منور کرنے کا وقفہ تھا تو عید گویا ساری دنیا میں اس روشنی کو پھیلانے کا اقدام ہے۔ روزہ اگر رات کی تنہائیوں کا عمل تھا تو عید، دن کے ہنگاموں کی طرف صحت مند پیش قدمی ہے۔

روزہ جس طرح محض بھوک پیاس نہیں، اسی طرح عید محض کھیل تماشے کا نام نہیں۔ دونوں کے ظاہر کے پیچھے گہری معنویت چھپی ہوئی ہے۔ روزہ وقتی طور پر عالم مادی سے کٹنا اور عید دوبارہ عالم مادی میں واپس آ جانا ہے۔ روزہ اللہ سے قربت حاصل کرنے کی کوشش ہے، اور عید اس نئے زیادہ بہتر سال کا آغاز ہے جو روزہ کے بعد روزہ داروں کے لیے مقدر کیا گیا ہے۔

عید دراصل نئی زندگی شروع کرنے کا دن ہے۔ عید کا پیغام ہے کہ مسلمان نئی ایمانی قوت اور نئے امکانات کی روشنی میں از سر نو زندگی کی جدوجہد میں داخل ہوں۔ ان کا سینہ خدا کے نور سے روشن ہو۔ ان کی مسجدیں خدا کے ذکر سے آباد ہوں۔ ان کے گھر تواضع کے گہر بن جائیں۔ سارے مسلمان متحد ہو کر وہ جدوجہد شروع کریں جس کے نتیجے میں انھیں دنیا میں خدا کی نصرت ملے اور آخرت میں خدا کی جنت۔

## آغاز حیات کا دن

اسلامی شریعت میں رمضان کا مہینہ روزہ کا مہینہ ہے۔ اور اس کے بعد یکم شوال کو عید کا دن قرار دیا گیا ہے۔ عید کے دن مسلمان اسلامی حدود کے اندر خوشی مناتے ہیں۔ تاہم یہ سادہ معنوں میں صرف خوشی کا دن نہیں ہے۔ یہ اہل اسلام کی زندگی کے لیے نئے آغاز کا دن ہے۔

حدیث میں عید کو لیلة الجائزہ (انعام کی رات) کہا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ روزہ کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کا امتحان لیا۔ جو لوگ اس نازک امتحان میں پورے اترے، ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے امتحان کے مہینہ کے فوراً بعد انعام کا دن رکھ دیا۔ روزہ گویا مومن کے لیے دنیا کی پُرمشتقت زندگی کی تمثیل ہے، اور عید مومن کے لیے آخرت کے راحت و مسرت کے دن کی تمثیل۔

اہل ایمان کے لیے خوشی اور کامیابی کا دن ابدی طور پر آخرت میں آئے گا۔ مگر ابتدائی طور پر وہ اسی دنیا سے شروع ہو جاتا ہے۔ اور عید کا دن اسی حقیقت کو بتانے کے لیے سلامتی طور پر مقرر کیا گیا ہے۔

عید آغاز حیات کا دن ہے۔ روزہ کا مہینہ احتساب کا مہینہ ہے۔ اور عید کا دن اس کے بعد نئے حوصلوں کے ساتھ مستقبل کی طرف اپنا سفر شروع کرنے کا دن۔

روزہ کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی دنیا سے اور دنیا کی چیزوں سے ایک محدود مدت کے لیے کٹ کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے۔ حتیٰ کہ اپنی فطری ضروریات تک میں کمی کر دے۔ رمضان کا اعتکاف اسی کی انتہائی صورت ہے جب کہ بندہ ماسوائے قطع تعلق کر کے خدا کے گھر میں آکر پڑ جاتا ہے۔ اس کا مطلب لوگوں کو رہبان بنانا نہیں ہے۔ یہ ”حساب کیے جانے سے پہلے اپنا حساب کر لو“ کا ایک وقتی لمحہ ہے تاکہ مستقل زندگی کے لیے لوگوں کو تیار کیا جائے۔

عید کا دن اس وقتی لمحہ کا خاتمہ ہے جب کہ مسلمان نئے شعور اور نئی قوت عمل کے ساتھ از سر نو زندگی کے میدان میں داخل ہوتا ہے۔ تزکیہ نفس اور صبر اور تعلق باللہ کا جو سرمایہ اس نے روزہ کے ذریعہ پایا ہے، اس کو ساری زندگی میں پھیلانے کے لیے دوبارہ وہ دنیا کے ہنگاموں میں واپس آ جاتا ہے۔

روزہ وقتی طور پر عالم مادی سے کٹنا اور عید دوبارہ عالم مادی میں لوٹ آنا ہے۔ روزہ جس طرح محض بھوک پیاس نہیں ہے۔ اسی طرح عید محض کھیل تماشے کا نام نہیں ہے۔ روزہ اللہ سے قربت حاصل کرنے کی کوشش ہے اور عید اس نئے بہتر سال کا آغاز ہے جو روزہ کے بعد روزہ داروں کے لیے مقدر کیا گیا ہے۔

آئیے ہم عید سے اپنی نئی زندگی شروع کریں۔ عید کے دن کو اپنی دینی و ملی تعمیر کے آغاز کا دن بنائیں۔ آج ہم نئی ایمانی قوت اور نئے عملی حوصلہ کے ساتھ زندگی کی جدوجہد میں داخل ہوں۔ ہمارا سینہ خدا کے نور سے روشن ہو۔ ہماری مسجدیں خدا کے ذکر سے آباد ہوں۔ ہمارے گھر تقویٰ اور تواضع کے گھر بن جائیں۔ اللہ کے لیے ہم سب ایک ہو کر وہ جدوجہد شروع کریں جس کے نتیجے میں ہم کو دنیا میں اللہ کی نصرت ملتی ہے اور آخرت میں اللہ کی جنت۔

روزہ کے بعد عید کا آثار روزہ داروں کے لیے خوش خبری ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے اعلان ہے کہ اگر ہم نے روزہ کی اسپرٹ کو زندگی میں استعمال کیا تو ہم دونوں جہان کی خوشیوں سے ہم کنار ہوں گے۔

عید ایک خوش خبری ہے۔ اس بات کی خوش خبری کہ ہم خوشی کو پاسکتے ہیں۔ ہم خوشی کی طرف بڑھ رہے ہیں، ہم خوشی کے کنارے پہنچ گئے ہیں۔ مگر منزل تک پہنچنے کے لیے ابھی ہم کو ایک جہت لگانا ہے۔ روزہ نے صبر اور تعلق باللہ کی جو طاقت دی ہے اس کو بھرپور استعمال کیجئے۔ اور اس کے بعد آپ کامیابی کی آخری منزل پر ہوں گے۔

عید کا دن مسلمانوں کی خوشی کا دن ہے۔ مگر جب خوشی کے حالات نہ ہوں تو عید کا دن عہد کا دن ہوتا ہے۔

آئیے ہم سب مل کر عہد کریں کہ ہم سچے مسلمان بنیں گے۔ ہم مستقبل کی تعمیر کے لیے جدوجہد کریں گے۔ یہاں تک کہ ہم اپنے عید کے دن کو خوشی کا دن بنا سکیں۔

## رویت ہلال

سورج کے گرد زمین کی ایک گردش کی مدت کا نام سال ہے اور زمین کے گرد چاند کی ایک گردش کی مدت کا نام ہینہ۔ کسی ہینہ کا آغاز اور اس کا خاتمہ کیلنڈر کے ذریعہ متعین کیا جاتا ہے۔ تمام کیلنڈر سسٹم سورج یا چاند کی حرکت پر مبنی ہوتے ہیں۔ یہ دونوں آسمانی اجسام گویا وقت گزرنے کے متدرقی نشانات (natural markers) ہیں۔ سورج کے گرد زمین کی حرکت کو بنیاد بنا کر تیار کیے جانے والے کیلنڈر کو شمسی کیلنڈر (solar calendar) کہا جاتا ہے۔ اور زمین کے گرد چاند کی گردش کو بنیاد بنا کر تیار کیے جانے والے کیلنڈر کو قمری کیلنڈر (lunar calendar) گردش کے مقررہ نظام کے مطابق شمسی سال اور قمری سال دونوں برابر نہیں ہیں۔ شمسی سال تقریباً ۳۶۵ دن کا ہوتا ہے۔ اور قمری سال (چاند کے بارہ ہینے) تقریباً ۳۵۴ دن کا۔ اس طرح ہمسایہ سال کے متقابل میں قمری سال تقریباً گیارہ دن کم ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے دونوں کے کیلنڈر میں تقابلی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

اسلام کے سوا دوسرے تمام مذہبی یا تہذیبی نظاموں میں اس فرق کو اضافہ (intercalation) کے ذریعہ پورا کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، یہودی مذہب کی تاریخیں بھی قمری ہینوں پر مبنی ہیں۔ مگر وہ لوگ اپنے کیلنڈر میں ہر ۱۹ سال میں ایک تیرھویں ہینہ کا اضافہ کر لیتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنے قمری کیلنڈر کو شمسی کیلنڈر کے برابر کرتے رہتے ہیں۔ مگر اسلام کی دینی تاریخوں میں یہ طریقہ اختیار نہیں کیا گیا ہے۔

### چاند دیکھنے کی اہمیت

اسلامی شریعت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ رمضان کے ہینہ کا پہلا چاند (new moon) دیکھ کر روزہ رکھو، اور شوال کے ہینہ کا پہلا چاند دیکھ کر روزہ ختم کر دو اور عید کا دن مناؤ۔ حدیث کی تمام کتابوں میں اس کے بارہ میں روایات آئی ہیں اور ان سب میں ”رویت“ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ منہ مایا گیا ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو (صوموا لرؤیتہ و افطروا لرؤیتہ)

صحیح مسلم (کتاب الصوم) کا ایک باب ان الفاظ میں ہے: **باب وجوب صوم رمضان**  
**لرؤية الهلال والنفطر لرؤية الهلال**۔ اس باب کے تحت ایک روایت یہ ہے:  
 عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم حضرت عبد الله بن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا ذکر کیا پھر آپ نے فرمایا کہ  
**انفد ذکرم رمضان وقال لاتصوموا حتی تروا الهلال ولا تنفطروا حتی تروا فان اغمی علیکم فافتدروا** افطار نہ کرو جب تک چاند نہ دیکھ لو۔ پھر اگر بادل آجائے تو تم تیس دن پورا کر لو۔

ان حدیثوں کے الفاظ بتاتے ہیں کہ آغاز رمضان اور عید دونوں کا انحصار رویت ہلال پر ہے۔ جس چیز کو رویت (چاند دیکھنا) کہا جاتا ہے وہ فلکیاتی اعتبار سے اس کا نام ہے کہ چاند کا ایک حصہ زمین کے مغربی افق کے اوپر آجائے۔ ہر مہینہ کی ۲۹ تاریخ کو لازماً ایسا ہوتا ہے۔ چاند اگر افق سے ۸ ڈگری اوپر ہو تو وہ بہر شکل ہلال دکھائی دے گا۔ اگر اس سے نیچے ہو تو وہ دکھائی نہیں دے گا۔ جب چاند اس طرح دکھائی دے جائے تو مہینہ ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور جب دکھائی نہ دے تو مہینہ ۳۰ دن کا شمار کیا جاتا ہے۔

تاہم یہ عدم یقینیت آنکھ سے دیکھنے کی صورت میں ہے، وہ رصد گاہی مطالعہ کے لیے نہیں ہے۔ آنکھ سے دیکھنے والے شخص کو پیشگی طور پر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آج چاند نظر آئے گا یا نظر نہیں آئے گا۔ لیکن جدید فلکیاتی مشاہدہ اور جدید فلکیاتی حساب کی رو سے پیشگی طور پر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ آج چاند کی پوزیشن کیا ہے۔ اس کے نظر آنے کا امکان بھی حساب (CALCULATIONS) کے ذریعہ معلوم ہو جاتا ہے اور نظر نہ آنے کا بھی پتہ چل جاتا ہے۔

موجودہ زمانہ مشیقی زمانہ ہے۔ موجودہ زمانہ میں ہر معاملہ میں تعینات کو پسند کیا جاتا ہے۔ اس لیے کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب جدید علم الافلاک کے ذریعہ ممکن ہو گیا ہے کہ پورے سال کے لیے چاند کی پوزیشن پیشگی طور پر معلوم کر لی جائے تو کیوں نہ ایسا کیا جائے کہ شمسی کیلنڈر کی طرح قمری کیلنڈر بن کر اس کے مطابق روزہ اور عید کے دنوں کا تعین کیا جائے۔ ان کے خیال کے مطابق، ہم کو چاہیے کہ ہم ہلال کے مسئلہ کا فیصلہ انسانی رویت پر منحصر نہ کریں بلکہ اس کو رصد گاہی رویت پر مبنی قرار

ویں۔ اس طرح ہم سائنسی دور کے مطابق ہو جائیں گے۔

مگر یہ رائے درست نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ روزہ کوئی مشینی عمل نہیں۔ وہ ایک نفسیاتی عمل ہے۔ شریعت میں ہر عبادت کے لیے اور اسی طرح روزہ کے لیے یہ مطلوب ہے کہ آدمی جب روزہ رکھے تو اسی کے ساتھ وہ اپنی کیفیات کو بچا، اس کے ساتھ شامل کرے۔ اس کا روزہ ایک نفسیاتی واقعہ ہونا چاہیے نہ کہ محض ایک خشک مشینی واقعہ۔

جب شعبان کی ۲۹ تاریخ آتی ہے تو شام کو مسلمان باہر نکل کر افق کی طرف دیکھنے لگتے ہیں۔ یہ گویا روزہ داروں کے ساتھ آسمانی ربط قائم ہونا ہے۔ اوپر کی طرف وہ اپنی نگاہیں اٹھا کر گویا یہ جاننا چاہتے ہیں کیا ان کے بارہ میں خدا کا یہ حکم آگیا ہے کہ آج سے ایک مہینہ تک وہ روزہ داری کی زندگی گزاریں۔ یہ روزہ داروں کے لیے ایک لطیف نفسیاتی لمحہ ہوتا ہے جو رویت ہلال کے لیے کیلنڈر کو بنیاد بنانے کی صورت میں کبھی پیدا نہیں ہو سکتا۔

رویت ہلال کا یہ پہلو ان روایتوں کے ذریعہ بخوبی طور پر سمجھ میں آ جاتا ہے جو نیا چاند دیکھنے کے بارہ میں ہیں اور جن میں بتایا گیا ہے کہ نیا چاند دیکھنے کے بعد کس قسم کے الفاظ سے اس کا استقبال کرنا چاہیے۔ اس سلسلہ میں کچھ دعائیں یہ ہیں :

اَللّٰهُمَّ اِهْلِلْ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ اے اللہ! تو اس کو ہمارے اوپر امن اور ایمان  
وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّ وَرَبِّكَ اللّٰهُ اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ نکال۔ (اے چاند)  
اللہ ہی میرا رب ہے اور اللہ ہی تیرا رب ہے۔

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ  
اللّٰهُ اَكْبَرُ، هَلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ  
میں اللہ پر ایمان لایا جس نے تجھ کو پیدا کیا ہے۔  
اللہ اکبر، بھلائی کا چاند اور ہدایت کا چاند۔

ان دعاؤں میں جو ربانی احساسات جھلک رہے ہیں وہ کیلنڈر کی ”خبر“ کو جان کر کبھی پیدا نہیں ہو سکتے۔ یہ قیمتی احساسات تو اسی انسان کے اندر پیدا ہوں گے جو چاند کے دن متحرک ہو اور پھر اپنی آنکھوں سے آسمان پر نئے چاند کو دیکھنے کا تجربہ کرے۔ اس عملی تجربہ کے بعد ہی کسی کے سینے سے مذکورہ دعائیں ابل سکتی ہیں نہ کہ محض کیلنڈر کی خبر سے۔

ان دعاؤں کے الفاظ پر غور کیجئے۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک صاحب ایمان نے جب نئے چاند



کو دیکھا تو وہ بے اختیار اس الشکر کی طرف متوجہ ہو گیا جو چاند کے اس نظام کو بنانے والا اور چلانے والا ہے۔ وہ کہہ اٹھا کہ خدایا، تو اس کھنسنے والے ہمینہ کو ہر قسم کی برکتوں کے حصول کا ہمینہ بنا دے۔

چاند کو دیکھ کر یہ اعتراف کا کلمہ اس کی زبان سے نکل پڑا کہ جو میرا خالق ہے وہی چاند کا خالق بھی ہے۔ دونوں ایک خدا کے بندے ہیں اور دونوں کو ایک ہی خدا کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے اپنا فربضہ ادا کرنا ہے۔

چاند کی صورت میں اس کو آسمان میں خدا کی قدرت کا ایک کھلا ہوا نشان نظر آ جاتا ہے۔ وہ اپنے ایمان کو تازہ کرتے ہوئے از سر نو یہ کہہ پڑتا ہے کہ میں اس خدا پر ایمان لاتا ہوں جس نے تجھ کو بنایا اور فضا میں تیری گردش کا نظام قائم کیا۔

اس فکلیاتی مشاہدہ میں اس کو خدا کی عظمت و کبریائی عیاناً دکھائی دینے لگتی ہے۔ وہ عبدیت کے احساسات سے سرشار ہو کر پکار اٹھتا ہے کہ اس نئے چاند کے ذریعہ شروع ہونے والا ہمینہ میرے لیے خیر کا ہمینہ بن جائے۔ وہ ساری انسانیت کے لیے ہدایت کے دروازے کھولنے والا ثابت ہو۔

آمد رمضان کے تعین کے لیے کیلنڈر کے بجائے رویت ہلال کو بنیاد بنا کر گویا تاریخ میں نسبت کو شامل کرنا ہے۔ یہ خبر میں مشاہدہ کا اضافہ کرنا ہے۔ یہ ایک حسابی واقعہ کو کیفیاتی واقعہ بنا دینا ہے۔

اس معاملہ کو مشاہداتی وسیلہ (visual aids) کی مثال سے سمجھا جاسکتا ہے۔ موجودہ زمانہ بی ٹی وی کی ایجاد نے ایک نیا طریقہ پیدا کیا ہے۔ ایک ٹیچر طالب علموں سے اپنی بات بتاتے ہوئے متحرک تصویروں کے ذریعہ اسکرین پر اس کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اس کو سمعی بصری تعلیم (audio-visual education)

کہا جاتا ہے۔ صنعت کار اپنے سامان کا اشتہار بی ٹی وی پر دیتے ہیں جس کو سمعی بصری اشتہار (audio-visual advertisement) کہتے ہیں۔ اسی طرح رویت ہلال کے معاملہ میں آنکھ سے دیکھنے کا طریقہ استعمال کرنا گویا نئے چاند کی خبر کے ساتھ اس میں مشاہداتی تاثیر (visual effect) کا عنصر شامل کرنا ہے۔ یہ ایک خاموش کاغذی اطلاع کو بابتصویر آسمانی اعلان بنا دینا ہے۔

کیلنڈر صرف رمضان کی آمد کی خبر دیتا ہے، جب کہ رویت ہلال کا طریقہ رمضان کی آمد کو مشاہداتی واقعہ کے روپ میں دکھاتا ہے۔ دونوں میں وہی فرق ہے جو اقوام متحدہ کے ایک اجلاس کو اخبار میں پڑھنے اور اس کو ٹیلی وژن اسکرین پر دیکھنے میں ہوتا ہے۔